وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لیے آسان کر دیا ہے تو کوئی ہے کہ سوچے، سمجھے

جلد 7	شمارہ 11	محرم الحرام 1435ھ	نومبر 2013ء

ISSN 2305-6231

ماھنامہ

حکمتِ بالغہ

جھنگ

مدیر مسئول : انجینئر مختار فاروقی

مشاورت

ڈاکٹر محمد سعد صدیقی

حافظ مختار احمد گوندل

پروفیسر خلیل الرحمٰن

محمد فیاض عادل فاروقی

مدیر معاون و نگران طباعت: مفتی عطاء الرحمٰن

تزئین و گرافکس: سعد حسن خان

قانونی مشاورت:

محمد سلیم بٹ ایڈووکیٹ، چودھری خالد اشیر ایڈووکیٹ

ترسیل زر بنام: انجمن خدام القرآن رجسٹرڈ جھنگ

اہل ثروت حضرات کے لیے تاحیات زرتعاون سترہ ہزار روپے یکمشت

سالانہ زرتعاون: اندرونِ ملک 400 روپے، قیمت فی شمارہ 40 روپے

قرآن اکیڈمی جھنگ

لالہ زار کالونی نمبر 2، ٹوبہ روڈ جھنگ صدر پاکستان پوسٹ کوڈ 35200

047-7630861-7630863

ای میل: hikmatbaalgha@yahoo.com

ویب سائٹ: www.hikmatbaalgha.com

www.hamditabligh.net

پبلشر: انجینئر مختار فاروقی طابع: محمد فیاض مطبع: سلطان باہو پریس فوارہ چوک جھنگ صدر

اَلْکَلِمَۃُ الْحِکْمَۃُ ضَآلَّۃُ الْمُؤْمِنِ فَحَیْثُ وَجَدَھَا فَھُوَ اَحَقُّ بِھَا (ترمذی)

حکمت کی بات بندۂ مومن کی گم شدہ متاع ہے جہاں کہیں بھی وہ اس کو پائے وہی اس کا زیادہ حق دار ہے

مشمولات

1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات	سورۃ المرسلات	3
2	بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات		5
3	حرفِ آرزو	انجینئر مختار فاروقی	6
4	اسلام اور سائنس (آخری قسط)	ڈاکٹر محمد رفیع الدین	9
5	آنکھوں کی خیانت	غلام قادر ہراج	28
6	حکمت بالغہ کی خصوصی اشاعت پر تأثرات		33
7	مسلم دنیا کی آبادی میں تبدیلیاں	احمد سراج	50
8	بچے، موسیقی اور شیطانیت	ڈاکٹر قاسم جان	56
9	تبصرہ وتعارفِ کتب		61

ماہنامہ حکمت بالغہ میں قلمی تعاون کرنے والے حضرات کے مضامین معلومات کے تبادلے اور وسیع تر انداز میں خیر کے حصول اور شر سے اجتناب کے لیے چھاپے جاتے ہیں اور ادارے کا مضمون نگار حضرات سے تمام جزئیات میں اتفاق ضروری نہیں۔

یہ رسالہ ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو حوالہ ڈاک کر دیا جاتا ہے۔ نہ ملنے کی صورت میں 6 تاریخ تک دفتر رابطہ فرمائیں (ادارہ)

قرآن مجید

کے ساتھ

چند لمحات

﴿سورة المرسلٰت، آیات 35-50﴾

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

ھٰذَا یَوْمُ لَا یَنْطِقُوْنَ O

یہ وہ دن ہے کہ (لوگ) لب کشائی نہ کر سکیں گے

وَ لَا یُؤْذَنُ لَھُمْ فَیَعْتَذِرُوْنَ O

اور نہ اجازت ہوگی کہ وہ عذر کر سکیں

وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُکَذِّبِیْنَ O

اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے

ھٰذَا یَوْمُ الْفَصْلِ

یہ ہے فیصلے کا دن

جَمَعْنٰکُمْ وَ الْاَوَّلِیْنَ O

(جس میں) ہم نے تم کو اور پہلے لوگوں کو جمع کیا ہے

فَاِنْ کَانَ لَکُمْ کَیْدٌ فَکِیْدُوْنِ O

اور اگر تم کو کوئی داؤ آتا ہو تو مجھ سے کر چلو

وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ O

اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے

اِنَّ الۡمُتَّقِيۡنَ فِىۡ ظِلٰلٍ وَّ عُيُوۡنٍ O

بے شک پرہیزگار سایوں اور چشموں میں ہوں گے

وَّ فَوَاكِهَ مِمَّا يَشۡتَهُوۡنَ O

اور میووں میں جوان کو مرغوب ہوں

كُلُوۡا وَ اشۡرَبُوۡا هَنِيۡٓـئًا ۢ بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ O

جو عمل تم کرتے رہے تھے اس کے بدلے میں مزے سے کھاؤ اور پیو

اِنَّا كَذٰلِكَ نَجۡزِى الۡمُحۡسِنِيۡنَ O

ہم نیکوکاروں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں

وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ O

اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے

كُلُوۡا وَ تَمَتَّعُوۡا قَلِيۡلًا اِنَّكُمۡ مُّجۡرِمُوۡنَ O

(اے جھٹلانے والو!) تم کچھ (عرصہ) کھالو اور فائدے اُٹھالو تم بے شک مجرم ہو

وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ O

اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے

وَ اِذَا قِيۡلَ لَهُمُ ارۡكَعُوۡا لَا يَرۡكَعُوۡنَ O

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ (اللہ کے آگے) جھکو تو جھکتے نہیں

وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ O

اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے

فَبِاَىِّ حَدِيۡثٍ ۢ بَعۡدَهٗ يُؤۡمِنُوۡنَ O

اب اس کے بعد یہ کون سی بات پر ایمان لائیں گے؟

صَدَقَ اللّٰهُ الۡعَظِيۡم

بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ

اِتَّقُوا اللّٰہَ فَاِنَّ أَخوَنَکُمْ عِنْدَنَا مَنْ طَلَبَ الْعَمَلَ

”اللہ سے ڈرو، بے شک تم میں سے زیادہ خیانت کرنے والا ہمارے نزدیک وہ شخص ہے جو کسی عہدہ کو طلب کرے (خاص طور پر جبکہ وہ اس کا اہل نہ ہو)“ (طبرانی، عن ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ)

اِتَّقُوا اللّٰہَ فِی الْبَھَائِمِ الْمُعْجَمَۃِ فَارْکَبُوْھَا صَالِحَۃً وَ کُلُوْھَا صَالِحَۃً

”اللہ سے ڈرو، بے زبان چوپایوں کے بارے میں۔ ان پر سواری کرو (یا بوجھ لادو) جب وہ اس قابل ہوں اور انہیں (ذبح کرکے) کھاؤ جب وہ اس قابل ہوں“

(مسند احمد، عن سہل بن الحنظلیہ رضی اللہ عنہ)

اِتَّقُوا اللّٰہَ فِی الصَّلَاۃِ وَمَا مَلَکَتْ أَیمانُکُمْ

”نماز اور اپنے غلاموں کے بارے میں اللہ سے ڈرو“

(خطیب، عن اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا۔ آپ ﷺ کے اپنی وفات سے قبل آخری الفاظ)

الجَامعُ الصَّغِیْر فی احادیث البشیروالنذیر، للامام جلال الدین السیوطی رحمہ اللّٰہ

حرفِ آرزو

انجینئر مختار فاروقی

01

الحمدللّٰہ

کہ حکمت بالغہ کی خصوصی اشاعت بابت ماہِ اکتوبر13ء (بمطابق ذی الحجہ 1434ھ) بعنوان

"الصلٰوۃ والسّلام علٰی رسولِ اللّٰہ ﷺ"

قارئین تک پہنچی۔اس پر ہم اللہ تعالیٰ کا تہہ دل سے شکرادا کرتے ہیں کہ یہ سب کچھ اُسی کی توفیق سے ہی ممکن ہوسکا ہے۔بعض قارئین نے اپنے تاثرات بھی ارسال کیے ہیں اور اس خصوصی اشاعت کا تحفہ اپنے دوستوں تک بھی پہنچانا ضروری سمجھا ہے کہ دو ہفتوں میں ہی دوسری اشاعت کی نوبت آ گئی۔

2

'حکمت بالغہ' مسلمانوں کے باہمی اتحاد کا داعی ہے اور اس موضوع پر پہلے بھی کئی مضامین شائع کیے گئے ہیں اور آ ئندہ بھی حسب ضرورت اور حسب موقع شائع کریں گے۔ہم اپنے موقف پر قائم رہتے ہوئے دوسرے کے موقف کا احترام کرتے ہیں اور اس کا ذکر بھی احترام سے کرتے ہیں اور مسلمانوں کے باہمی اختلافات کو ہوا نہیں دیتے۔اختلافات کا تذکرہ ناگزیر ہو تو اخلاقی اور دینی حدود کے اندر اختلاف کا ذکر کرتے ہیں۔ہم نے یہی موقف ماہِ اکتوبر13ء کی خصوصی اشاعت میں ملحوظ رکھا ہے اور آ ئندہ بھی اس پر کاربند رہیں گے۔

3

ہمیں جو تاثرات موصول ہوئے ہیں وہ تین قسم کے ہیں۔

(ا) ایسے تاثرات جن میں اس خصوصی اشاعت میں شامل خیالات وتصورات کی تائید کی گئی ہے یا اس پر تنقید کی ہے ان میں سے بعض تنقیدی تحریروں میں ہمارے لئے اصلاح اور رہنمائی بھی ہے اور ان شاء اللہ ادارہ (بالخصوص راقم مدیر مسئول) ان سے پوری طرح استفادہ بھی کریں گے۔ان تحریروں میں بعض تنقیدیں ہمارے نزدیک برمحل نہیں ہیں تاہم ہم ان تمام تاثرات کو شائع کرنے کا اہتمام کریں گے۔ایک ہی اشاعت میں ان کو جمع کرنا ممکن نہیں ہے۔موصول ہونے کی ترتیب سے (ان شاء اللہ) دو تین اشاعتوں میں قارئین تک پہنچانے کی کوشش کریں گے۔

(ب) دوسری قسم کے تاثرات ایسے قارئین کے ہیں جن میں اپنے ہی تصورات کو صحیح سمجھ کر دوسروں کے خیالات کا کسی بھی درجے میں احترام نہ کرنے والے لوگ شامل ہیں۔ایسے قارئین میں سے ایک قابل احترام قاری نے خط میں ایک پیغام بھی لکھا ہے کہ یہ پیغام ضرور شائع کیا جائے۔ہمیں دوسروں کے نقطہ نظر کا احترام ہے اور ان کا ذکر بھی احترام سے کرتے ہیں۔مگر ایسے تاثرات اور پیغامات شائع نہیں کیے جاسکتے۔ہم اس کے لئے معذرت خواہ ہیں۔

(ج) تیسری قسم کے تاثرات ان حضرات کے سامنے آئے ہیں جو سرے سے الصلوٰۃ والسلام کے قائل ہی نہیں ہیں اور ایسے لوگ حج پر جاتے ہیں تو بھی مدینے کی طرف سفر نہیں کرتے۔ہمیں ان کے موقف کی تحقیر کا حق نہیں۔اہل علم کے درمیان گفتگو اور دلیل و برہان کا میدان کھلا ہے وہاں گفتگو ہوتی ہے۔تاہم ان خیالات کے حامل لوگوں کے جارحانہ تاثرات بھی حکمت بالغہ کے صفحات میں جگہ نہیں پاسکتے۔ہم اس کے لئے بھی معذرت خواہ ہیں۔

4

ماہِ فروری 2013ء کے حکمت بالغہ میں ختم نبوت سے متعلق ایک تحریر میں اس بات پر کہ حضرت محمد ﷺ کے اعلانِ ختم نبوت کے بعد ہی دنیا میں مقتدر طاقتوں اور صہیونیت نے 'جھوٹے نبیوں' کا سلسلہ شروع کیا ہے اس سے پہلے دنیا میں کوئی شخص ایسا نہیں اُٹھا جس کے پاس

وحی نہ آتی ہو اور اس نے اعلان کر دیا ہو کہ اس کے پاس وحی آتی ہے یعنی اس اعلانِ ختم نبوت سے پہلے کوئی 'جھوٹا نبی' سامنے نہیں آیا۔ اس پر ہمارے قارئین میں سے قاضی ظفر الحق کا خط ہم نے شائع کیا تھا اُنہوں نے آپ ﷺ کے اعلانِ ختم نبوت سے پہلے کسی بھی 'جھوٹے نبی' کے نہ آنے کی بات کو بلا دلیل کہا تھا۔ ہمارے لئے اپنی بات کے حق میں معقول دلائل موجود ہیں تاہم موضوع نازک ہے اور بحث بے محل ہے اور نتیجہ ـــــ خلط مبحث اور افتراق کے سوا کچھ نہیں ہوگا۔ لہٰذا اس موضوع پر ہم مزید کسی گفتگو کو ختم کر رہے ہیں اور معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے کر رہے ہیں کہ وہ صحیح بات پر دلوں کو اطمینان دے دے۔ اس طرح کی بحث نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ہوئی نہ اس کے بعد قریبی قرون مسعودہ میں ہوئی۔ لہٰذا ہمارے لیے یہ بحث ہر قسم کے خیر سے خالی ہی ہوگی۔

طلباء وطالبات کے لئے انعام

جن بچوں اور بچیوں نے اس سال کے سالانہ امتحان میں ساٹھ فیصد یا اس سے زیادہ نمبر حاصل کیے ہیں ان کو "کتاب الدعا" انعام میں دی جا رہی ہے۔ ایک سو صفحہ کی اس کتاب میں قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ کی اور احادیث میں نبی کریم ﷺ کی سکھائی ہوئی دُعاؤں کا انتخاب دیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی فاؤنڈیشن کا سہ ماہی میگزین ایک سال کے لئے اعزازی طور پر جاری کیا جائے گا۔ اپنے ڈاک کے مکمل پتے کے ساتھ رزلٹ کارڈ کی فوٹو کاپی بھیجیں۔ دیگر اصحاب، میگزین کے نمونہ کی کاپی بلا معاوضہ طلب کر سکتے ہیں اور کتاب الدعا کے لئے 75 روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیجیں۔ کتب صرف ڈاک سے ارسال کی جاتی ہیں۔ ذاتی طور پر تشریف نہ لائیں۔

البلاغ فاؤنڈیشن اسلامی خط و کتاب کورسز کا ادارہ A-43 نثار روڈ لاہور کینٹ

فون: 0333-4620717, 0321-4090779 www.aasanasbaq.com

اسلام اور سائنس

سائنسی علوم کی ایک مثالی اسلامی یونیورسٹی کی ضرورت

ڈاکٹر محمد رفیع الدین

'اسلام اور سائنس' کو ہم یہاں اقبال اکادمی لاہور کی اجازت سے
قسط وار شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ (ادارہ)

دوم

سائنس کی درسی کتابوں کو نئے سرے سے لکھتے وقت دوسری بات جو ہمیں مدنظر رکھنی چاہیے وہ یہ ہے کہ ہمارا مقصد یہ نہیں ہونا چاہیے کہ ہم سائنسی علوم کو بدل کے اسلام کی اپنی مرغوب اور پسندیدہ تشریح کے مطابق کریں، مظاہر قدرت کے مشاہدہ اور مطالعہ سے بتکلّف ایسے نتائج اخذ کریں جو اسلام کی اس تشریح کے مطابق درست ہوں جو ہم نے خود کر رکھی ہے۔ ایسا کرنے سے ہمیں ایک طرف سے اس بات کا اندیشہ ہے کہ ہم سائنسدان کی امتیازی خصوصیات یعنی مخلصانہ طلب صداقت اور دیانتدارانہ جستجوئے حقائق سے محروم ہو جائیں گے اور دوسری طرف اسلام کی اس توجیہ کو جو ہم نے خود کر رکھی ہے خواہ غلط ہی کیوں نہ ہو سائنس کے نام پر پیش کریں گے۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم سائنس اور اسلام دونوں کو اپنی خواہشات کے مطابق بدل رہے ہوں گے۔ ایسا کرنا ایک بہت بڑا علمی جرم ہوگا، جس کا پردہ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد خود بخود چاک ہو جائے گا۔ ہمارا مقصد یہ ہونا چاہیے کہ ہم کائنات میں خدا کی خالقیت اور ربوبیت اور تمام صفاتِ جلال و جمال کی کارفرمائی کو ایک معلوم اور مسلم اور بنیادی سائنسی حقیقت کے طور پر سمجھیں اور مظاہر قدرت کا مشاہدہ اور مطالعہ اس کی روشنی میں کریں۔ پھر ہمارے نتائج جس طرف خود بخود چلتے ہیں، چلتے جائیں اور ہم ان کے پیچھے پیچھے چلیں۔ قرآن حکیم کے اندر ہمیں یہی ہدایت ملتی ہے۔

يَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوَاتِ وَ الْاَرْضِ کا مطلب یہ ہے کہ ہم آسمانوں اور زمین کے اندر خدا کی پیدا کی ہوئی چیزوں پر جیسی کہ وہ فی الواقع موجود ہیں، غور وفکر کریں نہ یہ کہ ہم اپنی مرضی کے مطابق ان کی توجیہ کریں اور حضور ﷺ کی اس دعا میں بھی یہی ارشاد مضمر ہے:

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْاَشْیَاءَ کَمَا ھِیَ

(اے ہمارے رب ہمیں چیزوں کو اس طرح دیکھا جس طرح وہ فی الواقع موجود ہیں)

دونوں باتوں کا فرق

ایک نظریۂ حیات کے طور پر اسلام کی صداقت مسلم ہے۔ لیکن اسلام کی مختلف توجیہات کی جاسکتی ہیں اور کی جارہی ہیں اور یہ ممکن نہیں کہ اسلام کی ہر توجیہ صحیح ہو کیونکہ اسلام کی صحیح توجیہ صرف ایک ہی ہوسکتی ہے۔ اسے دریافت کرنا اور اسے اپنا راہ نما بنانا ہمارا فرض ہے۔ کسی علم کو جو اسلام کی کسی خاص توجیہ کے مطابق صحیح نہ ہو بدل کر اسلام کی اس توجیہ کے مطابق کرنا اور عقیدۂ توحید یعنی خدا کی خالقیت اور ربوبیت کے عقیدہ کی روشنی میں مظاہر قدرت کا بے لاگ اور دیانتدارانہ مطالعہ اور مشاہدہ کرنا دونوں باتوں میں بہت فرق ہے۔ پہلا کام اس عالم دین کا ہے جو اسلام کی اس خاص توجیہ کا حامی ہو جس کے مطابق وہ کسی علم کو بدلنا چاہتا ہے اور دوسرا کام ایک صحیح الخیال سائنسدان کا ہے۔ سائنسی علوم کی اسلامی یونیورسٹی کو پہلے کام سے نہیں، بلکہ دوسرے کام سے اپنے آپ کو متعلق کرنا پڑے گا۔ سائنسی علوم کی اسلامی یونیورسٹی کا مقصد فقط یہ ہوگا کہ عقیدۂ توحید کو جیسا کہ قرآن نے اس کی تشریح کی ہے سائنس کی بنیاد بنایا جائے اور اس کی روشنی میں سائنسی حقائق اور مشاہدات کے نتائج کو سمجھا اور سمجھایا جائے۔ یہ بالکل ممکن ہے کہ سائنسدان کی بے لاگ اور دیانتدارانہ سائنسی تحقیق اسے کسی وقت ایسے نتائج پر پہنچا دے جو اسلام کی کسی خاص توجیہ کے ساتھ مطابقت نہ رکھتے ہوں۔ اس صورت میں سائنسدان کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ ہر حالت میں اپنی تحقیق کے نتائج کے ساتھ وابستہ رہے اور سائنسی نتائج کی دنیا سے باہر اسلام کی توجیہات کی دنیا میں علماء دین کے اختلافات سے الگ رہے۔ یہاں تک کہ اگر اس کے نتائج صحیح ہوں تو علماء دین اس کی روشنی میں اپنے اختلافات کو مٹا کر متحد ہو جائیں یا اگر اس کے اپنے نتائج درست نہ ہوں تو وہ مزید سائنسی تحقیق کی روشنی میں اپنے نتائج کو درست کر کے اتفاقاً اسلام کی کسی

اور توجیہ کے ساتھ متفق ہو جائے۔

سوم: سائنس کی سیدھی راہ سے انحراف کا علاج

تیسری بات جو ہمیں مدنظر رکھنی چاہیے وہ یہ ہے کہ سائنس کا راستہ فقط ایک ہی ہے اور ایک سیدھی سڑک کی طرح ہے جس کی ہر اگلی منزل پچھلی منزل پر منحصر ہوتی ہے۔ اگر سائنس کسی مقام پر غلط ہو کر اس راستہ سے ذرا ہٹ جائے تو پھر وہ ایک غلط راستہ اختیار کرتی ہے اور ہر روز اور زیادہ غلط ہوتی جاتی ہے اور اس کا راستہ سائنس کے اصلی راستہ سے ہر قدم پر اور دور ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ ایک مقام ایسا آجاتا ہے جہاں سے آگے کوئی راستہ ہی نہیں ہوتا یہاں آکر غلط راستے پر اس کی مزید ترقی رُک جاتی ہے۔ ایسی حالت میں اگر ہم چاہیں کہ سائنس پھر اپنے اصلی اور صحیح راستہ پر آجائے تو ہمیں اس کو پھر اسی مقام پر واپس لانا پڑے گا جہاں سے اس کا راستہ بدل گیا تھا اور اس غلط سائنسی حقیقت کو درست کرنا پڑے گا جس کی نادرستی کی وجہ سے اس کا راستہ ابتدا میں غلط ہوا تھا اور اس کی مزید غلطیاں ظہور پذیر ہوئی تھیں۔ اس غلط سائنسی حقیقت کو درست کرنے کے بعد خود بخود اس کی ساری بعد کی غلطیوں کی اصلاح ہو جائے گی۔ لہٰذا ہمیں سب سے پہلے یہ دیکھنا پڑے گا کہ عیسائی مغرب کے سائنسی علوم میں سے ہر ایک کس کس مقام پر غلط راہ سے چل نکلا ہے۔ جہاں اسے پھر واپس لاکر صحیح راستہ پر ڈالنے کی ضرورت ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ ایک ریل گاڑی جو ایک خاص منزل کی طرف جا رہی ہو، راستہ کے کسی اسٹیشن پر کانٹا غلط بدلنے سے کسی غلط لائن پر آجائے اور پھر دور تک اسی پر نکل جائے۔ اگر ہم چاہیں کہ اس کو پھر صحیح لائن پر لے آئیں تو ہم اس کو بعینہٖ اس مقام پر جہاں سے اس کا کانٹا غلط طور پر بدل دیا گیا تھا واپس لانے کے بعد ہی ایسا کر سکتے ہیں لیکن جب ہم ایک دفعہ اس کو صحیح راستہ پر ڈال دیں تو پھر وہ خود بخود صحیح راستہ پر چلتی جاتی ہے۔

طبعیاتی علوم کی تشکیل جدید

طبعیاتی علوم (PHYSICAL SCIENCES) میں نصابی کتب کو نئے سرے سے ترتیب دینے کے لئے ہمیں سب سے پہلے یہ دیکھنا چاہیے کہ عیسائی مغرب کی سائنس میں علم طبعیات کی تعریف ان الفاظ میں کی جاتی ہے: ''طبعیات مادّہ کا علم ہے''

"PHYSICS IS THE SCIENCE OF MATTER"

لیکن اسلام کے نقطہ نظر سے یہ تعریف غلط ہے کیونکہ اس کے اندر یہ خیال مضمر ہے کہ مادّہ کوئی ایسی چیز ہے جو خود بخود موجود ہے اور جس کا علم ہمیں اس کو جاننے کی خاطر حاصل کرنا چاہیے حالانکہ یہ بات صحیح نہیں۔

یہ تعریف دَہریت کے امکان کو تسلیم کرتی ہے اور اس کے لئے راستہ کھلا چھوڑتی ہے لیکن قرآن کی تعلیمات کے مطابق مادّہ حتمی طور پر خدا کی خالقیت اور ربوبیت کی وجہ سے موجود ہے، وہ اپنا کوئی بالذات وجود نہیں رکھتا بلکہ اپنے خالق کی خالقیت اور ربوبیت کا ایک نشان (یا آیت اللہ) ہے لہٰذا اس کا جو علم ہوگا وہ پہلے اس کے خالق اور ربّ کا علم ہوگا اور بنیادی طور پر ہمیں اس کا علم حاصل کرنے کی ضرورت اس لئے ہوگی تاکہ ہم اس کے خالق کی خالقیت اور ربوبیت کو جانیں اور پہچانیں۔ لہٰذا قرآن کے فلسفہ علم کے مطابق طبعیات کی صحیح تعریف یہ ہوگی: ''طبعیات خدا کے اس تخلیقی اور تربیتی عمل کی سائنس ہے جو مادّی دنیا میں ظہور پذیر ہوا ہے۔''

"PHYSICS IS THE SCIENCE OF THE CREATIVE ACTIVITY OF GOD AS IT MANIFESTS ITSELF IN THAT PART OF HIS CREATION WITCH IS THE WORLD OF MATTER"

اگر طبعیات کی درسی کتاب لکھنے والا ماہر طبعیات اس تعریف کو مدنظر رکھے گا تو پھر وہ ہر طبعیاتی حقیقت کو خدا کی صفاتِ خالقیت و ربوبیت کا مظہر سمجھے گا اور اس کو طالب علم کے سامنے اسی حیثیت سے پیش کرے گا۔ عیسائی سائنسدان کی تحقیقات کے مطابق مادّہ کے وجود اور مادّی دنیا کے ارتقا کا باعث برقی قوت ہے۔ برقی رو کے مثبت اور منفی قطبوں کی باہمی کشش ہر قدم پر مادّی دنیا کی تعمیر اور ترقی کا سبب بنتی رہی یہاں تک کہ مادّی دنیا اپنی موجودہ حالت تکمیل تک پہنچ گئی مادّہ کے تمام قوانین برقی قوت کے عمل کی مختلف شکلیں ہیں۔ سب سے پہلے کسی نامعلوم قوت کے زیر اثر برقی روشنی کی کرنیں کائناتی شعاعوں کی صورت میں وقت اور فاصلہ کی ایک بسیط فضا میں پھیل گئیں۔ پھر ان کائناتی شعاعوں نے برقی لہروں کی چھوٹی چھوٹی گٹھڑیوں کی صورت اختیار کر لی

جنہیں الیکٹران اور پروٹان کہا جاتا ہے پھر ان گٹھڑیوں کی باہمی کشش کی وجہ سے مختلف ترکیبوں کے یعنی مختلف عناصر کے جواہر (ایٹم) تیار ہوئے اور بعد کے طبعیاتی ارتقا کی ساری منزلیں طے ہوئیں۔ ان منزلوں کے طے ہونے کے بعد ہی مادّہ کے اندر وہ اسرار و خواص پیدا ہوئے جن میں سے بعض کو آج ہم جانتے ہیں اور جن کی پوری تحقیق علم طبعیات کا موضوع ہے۔ لیکن عیسائی مغرب کے ماہرین طبعیات یہ نہیں بتاتے کہ برقی قوت کہاں سے آئی تھی اور جن تخلیقی اور تربیتی خصوصیات کی وہ حامل ثابت ہوئی ہے وہ اس میں کہاں سے آ گئی تھیں۔

بیسویں صدی کے بعض مقتدر ماہرین طبعیات ایک قدم آگے بڑھ کر اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ برقی توانائی بھی مادّہ کی آخری حقیقت نہیں اور خود برقی توانائی کی حقیقت ایک شعوری یا ذہنی قوت ہے۔ چنانچہ اس نتیجہ کی وضاحت کرنے کے لئے، ایڈنگٹن اور جیمز جینز ایسے نامور ماہرین طبعیات نے کتابیں لکھی ہیں۔ لیکن یہ سائنسدان بھی ہمیں نہیں بتاتے کہ اس ذہن یا شعور کے اوصاف وخواص کیا ہیں جو ان کے نزدیک مادّہ کی آخری حقیقت ثابت ہوا ہے۔ انڈنگٹن اسے شعوری مواد (MIND-STUFF) کہتا ہے گویا اسے شعور قرار دینے کے بعد پھر بھی مادّہ سے الگ نہیں کرتا بلکہ ایک قسم کا مادّہ ہی سمجھتا ہے اور جیمز جینز یہ کہہ کر بات ختم کر دیتا ہے کہ یہ شعور ایک ریاضیاتی ذہن (MATHEMATICAL MIND) ہے یعنی ریاضیات جانتا ہے۔

دراصل چونکہ عیسائی دنیا کے سائنسدان اس نامعقول عقیدہ یا تعصب سے آغاز کرتے ہیں کہ خدا کے عقیدہ کو سائنس سے الگ رہنا چاہیے اور وہ اپنے مشاہدات کی واضح دلالت کے باوجود اس نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتے کہ شعور جو حقیقت کائنات ثابت ہوتا ہے محض شعور ہی نہیں بلکہ ایک شخصیت ہے جو کائنات کی خالق اور رب ہے اور شخصیت کی دوسری صفات کی مالک ہے۔ انسانوں کے مشاہدات کے مطابق ایسا شعور ایک شخصیت ہی کا خاصہ ہے اور ضروری ہے کہ وہ جہاں بھی ہو شخصیت کی صفات کا مالک ہو۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی سائنسدان اپنے تجربات اور مشاہدات سے اس نتیجہ پر تو پہنچ جائے کہ فلاں جگہ دھواں موجود ہے لیکن اس نتیجہ پر پہنچنے سے گریز کرے کہ وہاں آگ بھی ہے حالانکہ انسانوں کے مشاہدات کے مطابق دھواں کبھی آگ کے بغیر نہیں ہوتا۔ اور وہ گریز اس لئے کرے کہ اس نے یہ اصول پہلے ہی سے طے کر لیا

ہے کہ وہاں آگ کو نہیں ہونا چاہیے۔مغربی سائنسدانوں کا یہ تعصب اس بات کا ثبوت ہے کہ سائنسدان جس تصور حقیقت سے اپنی سائنسی تحقیق کا آغاز کرتا ہے آخر تک اسکے دائرہ سے باہر نہیں جاسکتا۔اور یہ بات قرآن کے اس ارشاد کی صداقت کی بھی ایک دلیل ہے کہ جب آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود انسان صحیح نتائج پر نہ پہنچ سکے تو اس کی وجہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہوتی کہ تعصب نے دلوں کو اندھا کر دیا ہے۔

فَاِنَّھَا لَا تَعۡمَی الۡاَبۡصَارُ وَلٰکِنۡ تَعۡمَی الۡقُلُوۡبُ الَّتِیۡ فِی الصُّدُوۡر

قرآن کی تعلیم

اس کے برعکس قرآن کی تعلیم یہ ہے کہ خدا نے کائنات اور کائنات کی ہر چیز کو اپنے حکم سے پیدا کیا۔وہی کائنات اور کائنات کی ہر چیز کا پرورش کنندہ اور کارساز ہے۔

اَللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیۡءٍ وَ ھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ وَّکِیۡل

’’خدا ہر چیز کا خالق ہے اور وہ ہر چیز کا کارساز بھی ہے‘‘۔

اِنَّمَآ اَمۡرُہٗٓ اِذَا اَرَادَ شَیۡئًا اَنۡ یَّقُوۡلَ لَہٗ کُنۡ فَیَکُوۡن

’’بے شک اس کے حکم کی کیفیت یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اسے کہتا ہے، ہو جا اور وہ ہو جاتی ہے‘‘۔

لہٰذا جب ہم عقیدہ توحید کی روشنی میں موجودہ طبعیاتی علوم پر نظر ثانی کریں گے تو ہمیں ان تمام علوم کا بنیادی تصور یہ قرار دینا پڑے گا کہ بیسویں صدی کے ماہرین طبعیات مثلاً جیمز جینز اور ایڈنگٹن کا یہ خیال درست ہے کہ حقیقت کائنات ایک ریاضیاتی شعور ہے لیکن ریاضیاتی شعور شخصیت کے باقی اوصاف کے بغیر نہیں ہوسکتا لہٰذا وہ ریاضیاتی شعور خدا ہے جو کائنات کا خالق اور رب ہے اور حکیم و علیم ہے۔ برقی قوت از خود موجود نہیں ہوئی تھی بلکہ خدا کے حکم سے اور قول کن سے پیدا ہوئی تھی گویا خدا کے ارادۂ تخلیق کی قوت یا اس کے قول کن کی قوت نے ہی برقی قوت کی صورت اختیار کی تھی۔ادھر خدا نے قول کن کہا اور ادھر برقی قوت کارفرما ہوگئی۔اور برقی قوت کی صفات بھی ایک عمل تخلیق میں سے گزری ہیں اور اس عمل کے دوران میں اس کی ہر خاصیت بروقت ضرورت، ایک خاص مقصد کے ماتحت مادّہ کی مکمل تدریجی تخلیق اور تربیت کے لئے خدا کے حکم سے

وجود میں آئی تھی اور اس وقت سے لے کر مستقل طور پر اس میں موجود چلی آتی ہے۔ پھر الیکٹرانوں اور پروٹانوں کا مل کر مختلف عناصر کو ترتیب دینا اور مادّہ کی دوسری خاصیتوں کا مادی ارتقا کے قدم قدم پر ایک ایک کر کے ظہور پانا خدا کے حکم سے ممکن ہوا ہے ورنہ مادّہ کے اندر اس قسم کے ارتقا کی منزلیں خود بخود طے کر لینے کی کوئی صلاحیت موجود نہ تھی مثلاً آکسیجن (OXYGEN) اور ہائیڈروجن (HYDROGEN) میں کوئی ایسی خصوصیت نہیں تھی جس سے وہ مل کر پانی بنا دیں اور پانی کے وجود میں آنے سے پہلے کوئی سائنسداں آکسیجن اور ہائیدروجن کی خاصیت کا مشاہدہ اور مطالعہ کر کے یہ نتیجہ اخذ نہ کرسکتا تھا کہ ان کا ایک خاص نسبت سے کیمیاوی ترکیب پانا ممکن ہے اور ان کی ترکیب کا نتیجہ پانی ایسے ایک سیال کی صورت میں رونما ہوگا۔ ان کا مل کر پانی بن جانا خدا کے حکم سے ممکن ہوا ہے۔ ارتقائے ابداعی (EMERGENT EVOLUTION) کا نظریہ قرآن کے اس نظریہ کے بہت قریب پہنچ جاتا ہے اگرچہ اس کے عیسائی قائلین اپنے مخصوص عیسائیت نواز فلسفہ علم کی وجہ سے اس بات کا اعتراف نہیں کرتے کہ کائنات کے عمل ارتقا کے ہر قدم پر جو غیر متوقع لیکن معنی خیز تغیرات اس کو وجود میں لاتے رہے ہیں اور لا رہے ہیں ان کا آخری سبب کسی قادر مطلق خدا کے ارادۂ تخلیق کی قوت ہے۔

حیاتیاتی علوم کی تشکیل جدید

اسی طرح سے حیاتیاتی علوم (BIOLOGICAL SCIENCES) میں درسی کتابوں پر نظر ثانی کرنے کے لئے ہمیں سب سے پہلے حیاتیات کی تعریف پر نظر ثانی کرنا چاہئے۔ مغربی عیسائی سائنسدانوں نے حیاتیات کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

''حیاتیات زندگی (یعنی زندہ اجسام) کی سائنس ہے۔''

"BIOLOGY IS THE SCIENCE OF LIFE"

لیکن طبعیات کی تعریف کی طرح اس کی یہ تعریف بھی غلط ہے کیونکہ اس میں بھی اس بات کو نظر انداز کیا گیا ہے کہ زندگی خود بخود موجود نہیں بلکہ خدا نے پیدا کی ہے اور خدا کی خالقیت اور ربوبیت کا ایک مظہر ہے۔ لہٰذا حیاتیات کی صحیح تعریف اس طرح سے کی جائے گی۔

''حیاتیات خدا کے اس تخلیقی اور تربیتی عمل کی سائنس ہے جو خدا کی تخلیق کے اس

حصہ میں جسے ہم جاندار اجسام کی دنیا کہتے ہیں ظہور پذیر ہوا ہے۔‘‘

"BIOLOGY IS THE SCIENCE OF THE CREATIVE ACTIVITY OF GOD AS IT MANIFESTS ITSELF IN THE WORLD OF LIFE."

حیاتیاتی علوم کے دائرہ میں عیسائی مغرب کے سائنسدانوں کی تحقیق یہ ہے کہ جب مادّہ اپنے ارتقا کی انتہا کو پہنچ گیا تو بعض نامعلوم اسباب کے ماتحت سمندروں کے کناروں پر کسی جگہ کیچڑ میں ایک زندہ خلیہ نمودار ہوئی جسے اب امیبا کہا جاتا ہے۔ یہ خلیہ خود بخود خوراک حاصل کرنے اور زندہ رہنے کے لئے جدوجہد کرنے لگی لہٰذا زندہ رہی اور اس کی نسل ترقی کرتی رہی۔ اس کی نسل کے افراد کی جسمانی ساخت میں بغیر کسی وجہ کے قدرتی طور پر ہر قسم کی تبدیلیاں ہوتی رہیں جن کے جمع ہو جانے سے بعض نئی قسم کے جاندار ظہور میں آتے رہے۔ وہ جاندار جن کی جسمانی تبدیلیاں ایسی تھیں کہ وہ ان کو اتفاقاً کشمکش حیات کے لئے موزوں بناتی تھیں زندہ رہے اور باقی کشمکش حیات کے اس امتحان میں ناکام ہو کر موت کے گھاٹ اُتر گئے۔ گویا کشمکش حیات کی ضرورت کی وجہ سے قدرت خود بخود بقائے اصلح کی وجہ سے زندہ رہنے کے قابل جانداروں کا انتخاب کرتی رہی یہ کشمکش حیات اور بقائے اصلح اور قدرتی انتخاب کے بے مقصد اور بے پرواہ اصولوں کی کارفرمائی تھی۔ اس طرح سے جو نئی نئی انواع حیوانات وجود میں آتی رہیں ان میں سے ایک انسان ہے۔ جو قدرت کی محولہ بالا اندھا دھند قوتوں کے عمل سے اتفاقاً پیدا ہو گیا ہے۔ ان سائنسدانوں کا خیال ہے کہ نوع انسانی اتفاقاً جن حیاتیاتی تغیرات میں سے گزری ہے چونکہ وہ اس کی حیاتیاتی تعمیر کے اندر راسخ ہو گئے ہیں لہٰذا انسانی جنین ماں کے رحم کے اندر ان کا اعادہ کرتا ہے۔ چونکہ یہ نظریہ جو انیسویں صدی میں پیش کیا گیا تھا عیسائیت کے لادینی فلسفہ علم کے عین مطابق تھا۔ اس لئے اسے اپنے زمانہ میں بڑی مقبولیت حاصل ہوئی اور یہ نظریہ اب تک بھی جولین ہکسلے (JULIAN HAXLEY) ایسے نامور ماہرین حیاتیات کے نزدیک حیاتیاتی ارتقا کا معیاری نظریہ ہے لیکن چونکہ یہ نظریہ مشاہدہ میں آنے والے بعض قدرتی حالات اور واقعات کے خلاف تھا لہٰذا بعض عیسائی سائنسدانوں نے ہی جن میں برگساں (BERGSON) اور ڈریش (DRIESCH) زیادہ مشہور ہیں اس کی تردید کی اور اس کے بالمقابل اور نظریات پیش کئے جن میں قدرِ مشترک یہ ہے کہ خود جاندار کے جسم کے

اندر ایک باشعور تخلیقی قوت کارفرما ہے جسے قوتِ حیات کہنا چاہیے ڈریش نے بالخصوص جانداروں کے جنین پر تجربات کر کے یہ دریافت کیا کہ یہ قوتِ حیات مزاحمتوں کے باوجود اپنی طے کی ہوئی سمت میں جاندار کی نشوونما کرتی ہے۔ لہٰذا اپنے مقصد کو جانتی ہے اور اس کے حصول پر قدرت رکھتی ہے اور اس کا مقصد جاندار کی تربیت اور جسمانی نشوونما کرنا ہے جس میں اس کی صحت اور تندرستی کو قائم رکھنا بھی شامل ہے۔ ماں کے رحم کے اندر انسانی جنین کے بامقصد اور بامعنی تغیرات اسی قوت کی کارفرمائی کا نتیجہ ہیں۔ یہی قوت جاندار کی جسمانی ساخت کو بہتر بنا کر اسے ایک اور زیادہ ترقی یافتہ جاندار کی صورت میں بدلنے کا موجب ہوتی ہے۔ ایسی قوت کے عمل کی وجہ سے ہی انواع حیوانات میں وہ حیاتیاتی ارتقا ہوتا رہا ہے جس کا منتہائے کمال انسان کا ظہور ہے برگساں اور ڈریش نے اپنے ان نتائج سے جو آخری نتیجہ نکالا ہے وہ یہ ہے کہ یہی باشعور قوتِ حیات، حقیقت کائنات ہے۔ لیکن ان کے نتائج یہیں ختم ہو جاتے ہیں۔ ماہرین حیاتیات بھی اس نتیجہ پر پہنچنے کے بعد کہ حقیقت کائنات شعور ہے یہ کہنے سے گریز کرتے ہیں کہ یہ شعور ایک شخصیت ہے جو قادر مطلق ہے اور کائنات کی خالق اور رب ہے اور اس کی وجہ پھر عیسائی مغرب کا وہی غیر سائنسی عقیدہ ہے کہ سائنس کو خدا کے عقیدہ سے الگ رہنا چاہئے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں مغرب کا علم حیاتیات اپنے صحیح راستے سے ہٹ گیا ہے اور اس سے اس کا ہٹ جانا نفسیاتی اور انسانی علوم کی ترقی کے لئے ایک بہت بڑی رکاوٹ کا موجب ہوا ہے۔ ان نظریات کے بالمقابل قرآن کا نظریہ یہ ہے کہ وہ قوتِ حیات جو حیاتیاتی ارتقا کا باعث ہے جو جاندار کے جسم کے اندر اس کی تخلیق و تربیت کے لئے کارفرما ہے اور جو رحم مادر کے اندر انسانی جنین کے بامقصد اور بامعنی تغیرات کا باعث ہے خدا کے ارادۂ تخلیق و تربیت کی قوت ہے۔

ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِىْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ

''پھر ہم نے اسے نطفہ بنایا ایک ٹھہر جانے اور جماؤ پانے کی جگہ میں۔ پھر نطفہ کو ہم نے علقہ بنایا پھر علقہ کو ایک گوشت کا ٹکڑا سا کر دیا پھر اس میں ہڈیوں کا ڈھانچہ پیدا

کیا۔ پھر ڈھانچے پر گوشت کی تہ چڑھادی۔ پھر دیکھو اسے کس طرح ایک دوسری ہی طرح کی مخلوق بنا کر نمودار کر دیا۔ تو کیا ہی برکتوں والی ہستی ہے اللہ کی۔ پیدا کرنے والوں میں سب سے بہتر پیدا کرنے والا۔''

وَاِذَا مَرِضۡتُ فَهُوَ يَشۡفِيۡنِ

''جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہ خدا مجھے شفا بخشتا ہے''۔

ظاہر ہے کہ قرآن کے نقطہ نظر کے مطابق سبب ارتقا کا پہلا نظریہ جسے ڈارون اور اس کے ہم خیالوں کی حمایت حاصل ہے قطعی طور پر غلط ہے لیکن برگسان (BERGSON) اور ڈریش (DRIESCH) کے نظریات قرآن کے نظریہ سے زیادہ قریب ہیں۔ قرآن کے اس نظریہ کے مطابق جب ہم حیاتیاتی علوم میں درسی کتابوں کی تشکیل کریں گے تو ہمیں ان علوم کا بنیادی تصور یہ قرار دینا پڑے گا کہ برگساں اور ڈریش ایسے ماہرین حیاتیات کا یہ خیال درست ہے کہ جاندار کے جسم کے اندر ایک باشعور اور بامقصد قوتِ حیات کارفرما ہے جو ایک خاص طے شدہ شکل وصورت اور مقصد اور مدّعا کے مطابق جانداروں کی نشوونما کرتی ہے۔ اس قوت کا عمل اگرچہ جاندار کی نشوونما کے لئے ظہور پاتا ہے۔ تاہم وہ جاندار کے اپنے اختیار اور ارادہ سے باہر ہوتا ہے جس سے یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ یہ قوت کوئی مادّی یا حیاتیاتی قوت نہیں جو اتفاقاً جاندار کے جسم کے اندر پیدا ہوگئی ہے بلکہ ایک قادر مطلق رحیم وکریم، خالق اور رب خدا کے ارادۂ تخلیق وتربیت کی قوت ہے جو محض اس کے قول کن سے کارفرما ہوگئی ہے۔ یہی قوت مادّی مرحلہ ارتقا میں برقی قوت کی صورت میں اپنا کام کر رہی تھی اور یہ قوت حیاتیاتی عمل ارتقا کو لاکھوں برس تک ایک خاص سمت میں متواتر آگے دھکیلتی رہی یہاں تک کہ جسم انسانی ظہور پذیر ہوا۔ حیاتیات میں اس تصور کے داخل کرنے سے علم حیاتیات پھر اپنی ترقی کے صحیح راستہ پر آجاتا ہے اور انسانی اور نفسیاتی علوم کی صحیح راہ نمائی کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

نفسیاتی علوم کی تشکیل جدید

نفسیاتی اور انسانی علوم کے دائرہ میں خدا اور سائنس کی بے تعلقی کے نظریہ پر اصرار کرنے والے مغربی سائنسدانوں کی پراگندہ خیالی اس سے کہیں زیادہ ہے جو ہمیں ان کے حیاتیاتی

علوم میں نظر آتی ہے۔

ان میں سے ایک گروہ تو ان لوگوں کا ہے جو سرے سے انکار کرتے ہیں کہ ہمیں یہ فرض کرنے کی ضرورت ہے کہ انسانی اعمال وافعال کا سرچشمہ کوئی ایسی چیز ہے جسے نفس انسانی (HUMAN MIND) کہا جاتا ہے وہ سمجھتے ہیں کہ انسان فقط کسی بیرونی محرک (STIMULUS) سے متاثر ہو کر اور اس کے جواب (RESPONSE) میں کسی کردار (BEHAVIOUR) کا اظہار کرتا ہے۔ انسان کا نفس یا ذہن ہمیں نظر نہیں آتا اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ وہ درحقیقت موجود ہے لیکن ہم انسان کے کردار کو دیکھ سکتے ہیں اور سمجھ سکتے ہیں۔ یہ واٹسن (WATSON) اور اس کے شاگرد ہیں اور جو کرداریت (BEHAVIOURISM) کے حامی ہیں۔ ان لوگوں کے نزدیک نفسیات کی تعریف یہ ہے:

''نفسیات کردار کا علم ہے''

"PSYCHOLOGY IS THE SCIENCE OF BEHAVIOUR"

دوسرا گروہ اُن لوگوں کا ہے جو نفس انسانی کے وجود کے قائل تو ہیں اور نفسیات کی تعریف اس طرح سے کرتے ہیں:

''نفسیات، نفس انسانی کا علم ہے''

"PSYCHOLOGY IS THE SCIENCE OF MIND"

لیکن نفس انسانی کے بلند ترین وظائف کو جو انسان کے ساتھ مخصوص ہیں انسان کی حیوانی فطرت کے بعض تقاضوں کی پیداوار اور انہی کا خدمت گذار سمجھتے ہیں۔ یہ دوسرا گروہ فطرت انسانی کے بارہ میں جن حقائق پر اب تک متفق ہو سکا ہے وہ یہ ہیں:

(۱) انسان کی بعض خواہشات ایسی ہیں، جو حیوان اور انسان دونوں میں مشترک ہیں اور وہ انسان کی حیوانی جبلتیں ہیں۔ جن کا مقصد یہ ہے کہ حیوان یا انسان ان کی تشفی کر کے اپنے آپ کو اور اپنی نسل کو قائم رکھ سکے۔

(۲) انسان کی بعض خواہشات ایسی ہیں جو انسان سے خاص ہیں اور جن میں حیوان کے ساتھ شریک نہیں۔ ان سب خواہشات کا مقصد کسی نہ کسی صورت میں حسن کی طلب ہے

اوران میں سب سے بڑی اور مرکزی خواہش کسی ایسے تصورِ محبت یا جستجو کی خواہش ہے جس کی طرف انسان حسن کے بعض اوصاف منسوب کرتا ہو۔ اس قسم کے تصورِ حسن کو نظریہ یا نصب العین (IDEAL) بھی کہا جاتا ہے۔

(۳) انسان کی فطری خواہشات میں سے ایک خواہش ایسی ہے جو اس کی تمام خواہشات پر جن میں اس کی حیوانی جبلتیں بھی شامل ہیں، حکمران ہے اور اس کے سارے اعمال و افعال کو اپنے ماتحت و منظّم کرتی ہے گویا ایسی خواہش انسانی افعال کی قوت محرکہ ہے۔ یہی سبب ہے کہ انسان کے سارے اعمال و افعال کے اندر ایک وحدت ہے جس کی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ ہر فردِ انسانی ایک شخصیت یا انفرادیت رکھتا ہے۔

لیکن اگر انسان کی کوئی خواہش ایسی ہے جو اس کے سارے اعمال و افعال کی قوتِ محرّکہ اور منظمہ ہے تو ضروری ہے کہ انسان کے تمام انفرادی اور اجتماعی مشاغل خواہ وہ اخلاقی ہوں یا سیاسی، یا اقتصادی، یا قانونی، یا تعلیمی، یا علمی، یا فنی، اسی کے مظاہر ہوں اور تمام انسانی علوم یعنی فلسفہ سیاست، فلسفہ اقتصادیات، فلسفہ اخلاق، فلسفہ قانون، فلسفہ تعلیم، فلسفہ علم اور فلسفہ فن وغیرہ اسی پر مبنی ہوں اور اس کی ماہیت اور حقیقت کے مختلف پہلوؤں کے فلسفے ہوں اور اسی کے وظائف کے تشریحی اور تفصیلی علوم ہوں۔ انسان کی یہ خواہش گویا تمام انسانی علوم کے لئے کلید کا درجہ رکھتی ہے۔

یہ خواہش جس قدر اہم ہے اسی قدر اس دوسرے گروہ سے تعلق رکھنے والے عیسائی مذہب کے سائنسدان اس کی نوعیت اور حقیقت کے متعلق کوئی یقینی یا قطعی رائے قائم کرنے سے قاصر ہیں۔ انہوں نے اس کے متعلق جتنے نظریات قائم کئے ہیں ان میں سے کوئی بھی ایسا مدلل اور منظّم نہیں کہ انسانی فعلیتوں میں سے کسی فعلیت کے فلسفہ کی بنیاد اس پر رکھی جا سکے۔ چنانچہ مغربی فلسفیوں میں سے (سوائے کارل مارکس کے جس کا فلسفہ محرک اعمال انسانی فطرت انسانی کے حقائق سے مطابقت نہیں رکھتا اور لہٰذا درست نہیں ہوسکتا) کوئی بھی ایسا نہیں کہ جس نے اپنے فلسفہ سیاست، یا فلسفہ اخلاق یا فلسفہ اقتصادیات یا فلسفہ قانون یا فلسفہ تعلیم یا فلسفہ علم یا فلسفہ جمالیات یا فلسفہ تاریخ کی بنیاد انسانی اعمال کی قوت محرکہ کے کسی واضح فلسفہ پر رکھی ہو۔ ان میں سے ایک

فریق کا خیال یہ ہے کہ انسانی اعمال کی قوت محرکہ جبلت جنس ہے اور نظریات یا نصب العین جبلت جنس سے پیدا ہوتے ہیں اور اسی کے خدمت گذار ہیں۔ جب انسان کی جبلتی خواہشات اپنا صحیح اظہار نہیں پا سکتیں تو وہ بگڑ کر کسی نظریہ کی صورت اختیار کر لیتی ہیں تا کہ انسان ان سے ایک قائم مقام تسلی حاصل کر سکے۔ یہ فرائڈ اور اس کے شاگرد ہیں۔ دوسرا فریق یہ سمجھتا ہے کہ انسان کے اعمال کی قوت محرکہ، جبلت تفوق یا جبلت استیلاء ہے اور نظریات جبلت استیلاء سے پیدا ہوتے ہیں۔ جب انسان کی حب تفوق مطمئن نہیں ہو سکتی تو انسان کوئی ایسا بلند قسم کا خیالی نظریہ پیدا کر لیتا ہے جو اس کی مسدود خواہش تفوق کی تشفی کر سکے اور پھر اس کی جستجو کرنے لگتا ہے۔ یہ ایڈلر اور اس کے شاگردوں کا گروہ ہے۔ ایک اور فریق یہ سمجھتا ہے کہ انسان کے اعمال کا سرچشمہ تمام جبلتوں کا مجموعہ ہے اور نظریات جبلتوں کے ایک نفسیاتی مرکب سے جسے وہ جذبہ ذات اندیشی (SENTIMENT OF SELF-REGARD) کہتے ہیں، پیدا ہوتے ہیں اور پھر جبلت تفوق اس مرکب کو اُکساتی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان کسی نظریہ کے مطابق عمل کرنے لگتا ہے یہ خیال میکڈوگل اور اس کے ہم نواؤں کا ہے۔ ایک اور فریق یہ سمجھتا ہے کہ انسانی اعمال کی قوت محرکہ، جبلت تغذیہ یا ضرورتِ خوراک ہے جس میں وہ موسم کے مطابق لباس اور اقامتی مکان بھی شامل کرتے ہیں۔ ان کا خیال یہ ہے کہ جب انسانی زندگی کی یہ بنیادی ضرورتیں ٹھیک طرح سے پوری نہیں ہوتیں تو وہ فرض کر لیتا ہے کہ اس کو ان چیزوں کی نہیں بلکہ کسی نظریہ یا نصب العین کی ضرورت ہے۔ لہٰذا وہ کوئی مناسب خیالی نظریہ پیدا کر لیتا ہے جس کے تتبع کے پردہ میں وہ درحقیقت اپنی اقتصادی ضرورتوں کی تشفی کا سامان پیدا کرنا چاہتا ہے۔ دراصل اس کا نظریہ اس کی اقتصادی ضرورتوں کی ایک بگڑی ہوئی شکل ہوتا ہے۔ یہ کارل مارکس اور اس کے شاگروں کا نظریہ ہے۔ ان نظریات میں سے ہر نظریہ کے اندر عقلی اور علمی نقطہ نظر سے بہت سی کمزوریاں اور خامیاں ہیں جن کی وجہ سے ہر نظریہ ناتسلی بخش ہے۔ ان تمام نظریات میں قدرِ مشترک یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک کسی ایک حیوانی جبلت کو یا تمام حیوانی جبلتوں کو انسان کے اعمال کا محرک قرار دیتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے موجد فلسفیوں کے ذہن خدا اور سائنس کے افتراق کی فضا میں نشوونما پائے ہوئے ہیں۔ ڈارون کے نظریہ کے زیر اثر ان کا خیال یہ ہے کہ سب سے پہلے مادّہ

تھا۔ مادّہ سے پہلے کچھ نہیں تھا۔ اور کسی قادرِ مطلق خدا کا ارادۂ تخلیق مادّہ کے ظہور کا سبب نہ تھا۔ مادّہ کے بعد حیوان وجود میں آیا اور حیوان سے انسان پیدا ہوا۔ لہٰذا اگر انسان میں کوئی ایسی خواہش ہے جو حیوان میں نہیں تھی مثلاً یہی نظریہ یا نصب العین کی محبت، تو لامحالہ حیوان کی بعض خواہشات سے جن کو جبلتیں کہا جاتا ہے پیدا ہوسکتی ہے ورنہ اس کا وجود ممکن نہیں لہٰذا یہ جبلّتیں ہی ہیں جن میں سے کوئی ایک یا جن کا مجموعہ آخر کار انسان کے اعمال کی قوت محرکہ ہے۔

اس کے برعکس قرآن حکیم کی تعلیم یہ ہے کہ انسان کے سارے اعمال وافعال کی قوت محرکہ خدا کی محبت ہے جو کائنات کا خالق اور رب ہے۔ خدا کی محبت خدا کی ستائش اور عبادت اور اطاعت کا تقاضا کرتی ہے اور یہ وہ اعمال ہیں جن کو دین کہا جاتا ہے۔ اس دین پر یکسوئی سے قائم رہنا یعنی ان تمام خواہشات کو جو اس سے ہٹانے والی ہوں ترک کرنا اور اپنے تمام اعمال کو اس کے تابع رکھنا اور اسی کو اپنے سارے اعمال کا محرک بنانا، نوعِ انسانی کی فطرت ہے جو مستقل اور محکم ہے اور تبدیل نہیں ہو سکتی اور چونکہ یہ دین انسانی فطرت کی پختہ اور محکم بنیادوں پر قائم ہے لہٰذا پختہ اور محکم ہے۔

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِىْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَاتَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰه ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّم

”اے پیغمبر دین پر یکسوئی سے قائم رہیے یہ خدا کی پیدا کی ہوئی وہ فطرت ہے جس پر خدا نے انسانوں کو پید کیا ہے خدا کی تخلیق میں تبدیلی نہیں ہوتی۔ یہی دین محکم ہے“

خدا نے انسان کو سوائے عبادت کے کسی اور کام کے لئے پیدا ہی نہیں کیا۔ خدا کی عبادت کا جذبہ اس کی فطرت میں رکھ دیا گیا ہے اور عبادت یہ ہے کہ انسان کسی کام کو خدا کی محبت اور رضامندی کے لئے کرے۔ گویا اگر انسان اپنی فطرت کا پابند رہے تو خدا کی محبت کے سوائے اس کے اعمال کا کوئی اور محرک نہیں ہوسکتا۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْن

”میں نے جنوں اور انسانوں کو سوائے عبادت کے اور کسی غرض کے لئے پیدا نہیں کیا۔

حضور ﷺ کو یہ حکم ہوا کہ کہہ دیجیے کہ میری نماز اور قربانی ہی نہیں بلکہ میرا جینا اور مرنا ہر چیز خدا کی عبادت کے لئے وقف ہے۔

اور اس میں خدا کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک کرنا یعنی اپنی زندگی کے بعض اعمال کو خدا کے لئے وقف کرنا اور بعض کو غیر اللہ کے لئے وقف کرنا جس میں میری ذات بھی شامل ہے ممکن نہیں مجھے یہی حکم دیا گیا ہے اور میں اس کے حکم کے سامنے سب سے پہلے سر جھکاتا ہوں۔

”قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ
لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ“

”اے پیغمبر! کہہ دیجیے کہ میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور موت سب اللہ کے لئے ہیں جو اہل جہاں کا پروردگار ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے یہی حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔“

ان آیات مبارکہ کا مطلب سوائے اس کے اور کیا ہے کہ اگر انسان کے تمام اعمال و اشغال خدا کی محبت کے لئے سرزد ہوں تو اس کی فطرت کا عین تقاضا ہوگا۔

قرآن حکیم نے انسان کی جبلّتی خواہشات اور نصب العینی یا نظریاتی خواہشات کے باہمی تعلق کی وضاحت کر دی ہے۔ انسان کی جبلّتی حیوانی قسم کی خواہشات کو قرآن کی اصطلاح میں ھَوٰی کہا گیا ہے۔ جب انسان خدا کی محبت کو چھوڑ کر اپنی جبلّتی خواہش کو اپنے اعمال کا محرک بناتا ہے تو وہ اپنی اس خواہش کو خدا کا مقام دیتا ہے کیونکہ انسان کی فطرت کی رُو سے خدا کی محبت ہی کو یہ مقام حاصل ہے کہ وہ انسان کے اعمال کا محرک بنے۔

اَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰھَہٗ ھَوٰہُ

”اے پیغمبر! کیا آپ نے اس شخص کو بھی دیکھا جس نے اپنی جبلتی خواہشات کو اپنا خدا بنا لیا ہے۔“

انسان کا جو عمل خدا کی محبت کے لئے سرزد ہو وہ عمل صالح ہے اور جو اس کی جبلتی یا حیوانی خواہشات کے ماتحت اور ان ہی کی اعانت یا خدمت کے لئے سرزد ہو وہ غیر صالح ہے انسان کی فطرت کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے سارے اعمال صالح ہوں اور اس کا کوئی ایک عمل بھی غیر صالح نہ ہو یعنی اس کے سارے اعمال خدا کی محبت کے سرچشمہ نکلیں اور خدا کی محبت ہی ان کا محرک بنے۔ عمل صالح کو عمل غیر صالح سے مخلوط کرنا انسان کی فطرت نہیں اگر کوئی ایسا

کرے گا تو اپنے گناہوں کا اعتراف کرنے اور توبہ کرنے سے وہ نجات تو پا جائے گا لیکن خدا کے مقربین میں داخل نہیں کیا جائے گا۔

وَ اٰخَرِیۡنَ اعۡتَرَفُوۡا بِذُنُوۡبِہِمۡ خَلَطُوۡا عَمَلًا صَالِحًا

''اور دوسرا گروہ جنہوں نے گناہوں سے اعتراف کرلیا اور عمل صالح کو عمل غیر صالح سے خلط ملط کردیا۔''

مؤمن خدا کی محبت کے تقاضوں پر سختی سے کاربند رہتا ہے اور اپنے کسی عمل کو ان تقاضوں کے خلاف سرزد نہیں ہونے دیتا۔

وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ

''وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں خدا سے شدید محبت رکھتے ہیں۔''

اب سوال یہ ہے کہ جن لوگوں کا عمل خدا کی محبت کے تقاضوں کے مطابق سرزد نہیں ہوتا اس لئے کہ وہ خدا کو مانتے نہیں یا کسی اور سبب سے تو قرآن کی رُو سے ان کا فطرتی محرک عمل کیوں کام نہیں کرتا۔قرآن حکیم اس سوال کا جواب یہ دیتا ہے کہ ان کا فطرتی محرک عمل برابر اپنا کام کررہا ہوتا ہے لیکن وہ اللہ کو نہ جاننے یا کم جاننے کی وجہ سے اللہ کی صفاتِ حسن وکمال کسی غیر اللہ کے وجود کے تصور کو سونپ کر اسی کو اپنا خدا بنا لیتے ہیں۔پھر اسی کی محبت ان کے اعمال کا محرک بن جاتی ہے اور ان کی باقی تمام خواہشات کو اپنے ماتحت کرلیتی ہے بالکل اسی طرح جیسے کہ خدا کی محبت مؤمن کے اعمال کا محرک ہوتی ہے اور مؤمن کی باقی خواہشات کو اپنے ماتحت کرلیتی ہے۔

وَ مِنَ النَّاسِ مَنۡ یَّتَّخِذُ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ اَنۡدَادًا یُّحِبُّوۡنَہُمۡ کَحُبِّ اللّٰہِ

''اور بعض لوگ خدا کو چھوڑ کر اوروں کو معبود بنا لیتے ہیں جن سے وہ ایسی محبت کرتے ہیں جو فقط خدا کے لائق ہے۔''

لیکن قرآن کا ارشاد یہ ہے کہ اس صورت میں کچھ عرصہ کے بعد اسے معلوم ہوجاتا ہے کہ اسکا تصورِ حسن درحقیقت ناقص ہے اور اپنے نقائص کی وجہ سے اس کے جذبہ حسن کو مطمئن نہیں کرسکتا اور اس کی محبت کی پیاس کو نہیں بجھا سکتا۔ناقص اور غلط تصورِ حسن یا ناقص اور غلط معبود ایک سراب کی طرح ہے۔جس کے پاس ایک پیاسا اپنی پیاس بجھانے کے لئے آتا ہے لیکن جب وہ

اس کے پاس پہنچ جاتا ہے تو وہاں کچھ بھی نہیں پاتا۔

كَسَرَابٍ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَاءً حَتّٰى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا

''جنگل کے ایک سراب کی طرح کہ پیاسا اسے پانی سمجھتا ہے لیکن جب اس کے پاس آتا ہے تو کچھ نہیں پاتا۔''

اس کا چاہنے والا ایسے شخص کی طرح ہے جو کنویں کے پانی کی طرف پانی کے لئے ہاتھ پھیلاتا ہے لیکن محض ہاتھ پھلانے سے پانی اسے کہاں مل سکتا ہے؟

اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَاءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَ مَا هُوَ بِبَالِغِه

''اس شخص کی طرح جو پانی کی طرف ہاتھ پھیلاتا ہے کہ وہ اس کے منہ تک پہنچ جائے لیکن وہ اس کے منہ تک پہنچنے والا نہیں۔''

لہٰذا وہ اسے ترک کر کے کسی اور تصور کو اپنا معبود بناتا ہے۔ گویا ناقص تصور، ناقص ہی نہیں ہوتا بلکہ ناپائیدار بھی ہوتا ہے۔

وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ''ایک ناپاک تصور کی مثال ایک ناپاک درخت کی طرح ہے جو زمین سے اُکھاڑ پھینکا جاتا ہے اور اسے پائیداری نصیب نہیں ہوتی۔''

مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَاءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا وَ اِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْت

''وہ لوگ جنہوں نے خدا کو چھوڑ کر اوروں کو دوست بنایا ہے ان کی مثال مکڑی کی طرح ہے جو گھر بناتی ہے۔ بے شک تمام گھروں میں سب سے زیادہ کمزور مکڑی کا ہی ہوتا ہے۔''

اس کے بالمقابل خدا کا تصور پختہ اور پائیدار ہوتا ہے۔

فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَاانْفِصَامَ لَهَا

''اور جو شخص بتوں سے کفر کرتا ہے اور خدا پر ایمان لاتا ہے بے شک وہ ایک ایسے

محفوظ حلقہ کو تھام لیتا ہے جو کبھی ٹوٹ نہیں سکتا''۔

گویا قرآن حکیم کے نزدیک تصوراتِ حسن اور نظریات کی محبت جس کی وجہ سے انسان تمام حیوانات پر فوقیت رکھتا ہے، خود وہ قوت ہے جو انسان کے سارے اعمال کو حرکت میں لاتی ہے اور یہ قوت نہ تو جبلت جنس کی پیداوار اور خدمت گزار ہے اور نہ جبلت تفوق کی، نہ جبلت تغذیہ کی اور نہ ہی جبلّتوں کے کسی مجموعہ کی بلکہ وہ انسان کی فطرت کا ایک مستقل تقاضا ہے جو جبلتوں پر بھی حکمرانی کرتا ہے۔ باقی رہا یہ سوال کہ اگر یہ قوت جبلتوں سے پیدا نہیں ہوئی تو کہاں سے آئی ہے؟ سواس کا جواب یہ ہے کہ حیاتیاتی سطحِ ارتقا پر قوتِ حیات کہاں سے آئی تھی اور طبعیاتی سطحِ وجود پر برقی قوت کہاں سے نمودار ہوئی تھی۔ قرآن مجید کی محولہ بالا آیات کے مطابق اس قوت کو اسی خالق کائنات نے پیدا کیا ہے جس نے حیاتیاتی سطحِ ارتقا پر قوتِ حیات کو پیدا کیا تھا تا کہ حیوانات کی نشوونما اور ارتقا کا باعث بنے اور جس نے مادّی سطحِ ارتقا پر برقی قوت کو پیدا کیا تھا تا کہ عناصر کی نشوونما اور ارتقا کا باعث بنے اور اللہ تعالیٰ نے انسانی سطحِ ارتقا پر حبِ تصور کی اس قوت کو اس لئے پیدا کیا ہے تا کہ وہ انسانی سطحِ ارتقا پر نوعِ انسانی کے اعمال کو حرکت میں لائے اور اس طرح سے اس کی تصوراتی اور نظریاتی نشوونما اور ارتقا کا باعث بنے۔

وَ اللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْن

''اور خدا نے ہی تم کو پیدا کیا ہے اور تمہارے اعمال وافعال کو بھی''

دراصل جس طرح سے برقی قوت خدا کے قول ''کن'' یا ارادۂ تخلیق وتربیت کی قوت تھی جو مادّی دنیا میں کارفرما تھی یا جس طرح سے قوتِ حیات خدا کے قول کن یا ارادۂ تخلیق وتربیت کی قوت تھی جو حیاتیاتی دنیا میں کارفرما تھی۔ اسی طرح سے نظریات کی محبت کی قوت خدا کے قول کن یا ارادۂ تخلیق کی قوت ہے جو انسانی سطحِ ارتقا پر کارفرما ہے۔ انسانی دنیا کے تمام مظاہر قدرت جو انسانی اعمال وافعال کی صورت اختیار کرتے ہیں اسی کی کارفرمائی کا نتیجہ ہیں۔ یہی وہ قوت ہے جو انسان کی سیاسی، سماجی، اخلاقی، اقتصادی، مذہبی، قانونی، علمی، تعلیمی، جمالیاتی اور عسکری اعمال وافعال کا منبع اور مصدر ہے اور ساری تاریخ کا تاروپود بناتی ہے۔

وَ اللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْن

”خدانے ہی تم کو پیدا کیا ہے تمہارے اعمال وافعال کو بھی۔“

اس کا مطلب یہ ہے کہ عقیدۂ توحید کی روشنی میں نفسیات (PSYCHOLOGY) کی صحیح تعریف یہ ہوگی۔

PSYCHOLOGY IS THE SCIENCE OF THE CREATIVE ACTIVITY OF GOD IN THE WORLD OF THE HUMAN MIND AND ITS MANIFESTATIONS.

لہٰذا جب ہم قرآن کی تعلیمات کی روشنی میں انسانی علوم یعنی انفرادی نفسیات، اجتماعی نفسیات، فلسفہ سیاست، فلسفہ اخلاق، فلسفہ تعلیم، فلسفہ قانون، فلسفہ تاریخ، فلسفہ جمالیات وغیرہ کو نئے سرے سے لکھیں گے تو ان علوم کا بنیادی تصور یہی قرار دینا پڑے گا کہ کسی تصور حسن کی محبت انسان کے اعمال کی قوت محرکہ ہے۔ جب انسان کا تصور حسن یا نظریہ (IDEAL) خدا ہو جو بدرجۂ کمال تمام صفاتِ حسن کا مالک ہے تو یہ فطرتی جذبہ محبت اپنا صحیح راستہ پاتا ہے۔ اور پوری طرح سے اپنا اظہار کرتا اور مطمئن ہوتا ہے لیکن جب انسان کا تصور خدا نہ ہو تو انسان خدا کی صفاتِ حسن شعوری یا غیر شعوری طور پر کسی اور تصور کی طرف منسوب کر کے اسی تصور سے اپنے فطرتی ذوقِ محبت کو مطمئن کرنے لگتا ہے لیکن اس صورت میں اس کا تصور حسن غلط اور ناقص ہوتا ہے اور چونکہ وہ صفات حسن سے عاری ہوتا ہے اسے زود یا بدیر معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ درحقیقت غلط اور ناقص ہے لہٰذا وہ مایوس ہو کر اسے ترک کر دیتا ہے اور ایک نئے تصور حسن کو اختیار کرتا ہے۔ اس طرح سے غلط نظریات کی پرستار انسانی جماعتیں مٹتی اور ابھرتی رہتی ہیں لیکن صحیح اور کامل نظریہ کو اپنانے والی انسانی جماعت کلیتہً مٹ نہیں سکتی۔ اگرچہ اس کی زندگی کا راستہ تمام ترقیوں کی انتہائی منزل پر پہنچنے سے پہلے ترقی اور تنزل کی معمولی منزلوں پر چڑھتا اور اُترتا رہتا ہے۔ (ختم شد)

آنکھوں کی خیانت

غلام قادر ہراج
(ریٹائرڈ ایجوکیشن آفیسر جھنگ)

اللہ کی محبت اسے ملتی ہے جو غیر اللہ سے اپنا دل خالی رکھتا ہے۔ حفاظتِ نظر سے دل، محبت الٰہی میں رنگ جاتا ہے۔ آنکھوں کی خیانت، دل کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی ہے۔ غیر محرم (بے ریش جسے دیکھ کر دل مچل جاتا ہو) کو پہلی بار دیکھنا غلطی ہے۔ دوسری بار جان بوجھ کر دیکھنا گناہ ہے۔ تیسری بار دیکھنا ہلاکت ہے۔ جس نے اپنی نظر کو آزاد چھوڑ دیا، اس نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دیا۔ نظر ہی تمام آفات کی جڑ ہے۔ یہ خیانت والی نظر پہلے وسوسہ پیدا کرتی ہے۔ وسوسہ، فکر کو وجود بخشتا ہے۔ فکر، شہوت کو اُبھارتی ہے۔ شہوت، ارادہ کو جنم دیتی ہے۔ ارادہ قوی ہو کر عزیمت میں تبدیل ہو جاتا ہے اور عزیمت میں جب مزید پختگی آتی ہے تو فعل واقع ہو جاتا ہے اور کوئی چارہ کار نہیں رہتا بشرطیکہ کوئی مانع حائل نہ ہو۔

جب اللہ ربّ العزت نے شیطان کو جنت سے نکالا تو اس نے قیامت تک کے لئے مہلت مانگی جو اسے دے دی گئی وہ کہنے لگا: ''میں بندوں کے پاس ان کے دائیں طرف سے، بائیں طرف سے، آگے سے اور پیچھے آؤں گا (میں ان پر حملے کروں گا)''۔

معلوم ہوا کہ شیطان، حملہ کرنے کے لئے انہیں چار سمتوں سے آتا ہے یعنی دائیں، بائیں، آگے اور پیچھے سے۔ دو سمتیں وہ چھوڑ گیا ایک اوپر کی سمت سے اور دوسرا نیچے کی سمت سے گویا اوپر والی سمت شیطان سے محفوظ ہے اور نیچے والی سمت بھی محفوظ ہے۔

اب ان دونوں سمتوں پر غور کرتے ہیں۔ اگر تم نگاہ اُوپر کر کے چلو گے تو شیطان تو نہیں آئے گا مگر تم ٹھوکر کھا سکتے ہو، کنویں میں گر سکتے ہو، حادثہ ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر تم نگاہیں جھکا کر نیچے

کی طرف دیکھ کر چلو گے تو شیطان کے چاروں طرفی حملہ سے محفوظ رہو گئے۔ پھر دیکھو کہ کس طرح اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت فرماتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

’’(اے نبی ﷺ) مسلمان مردوں سے کہو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں‘‘۔

اگلی آیات میں مؤمنات کو بھی یہی حکم دیا گیا ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہاں مخاطب مؤمنین اور مؤمنات ہیں، بنی آدم اور الناس نہیں کہا گیا بلکہ فرمایا کہ ایمان والوں سے کہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ کفار تو ہیں ہی جہنمی ان کو کہنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے غضِ بصر کو حفاظتِ فرج کہا ہے۔ اس نے آنکھوں کو دل کا آئینہ بنایا ہے۔ جب آدمی اپنی آنکھوں کو غلط کاموں سے جھکا لیتا ہے تو اس کا دل یقیناً شہوت اور تکمیل ارادہ کی طرف مائل نہیں ہوتا۔ اسلام نے عورت کی اذان کو مکروہ کہا ہے کیونکہ اس میں آواز بلند کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ امام نماز میں کوئی غلطی کر جائے تو مرد بلند آواز نے سبحان اللہ کہیں گے جبکہ عورتیں ایسا کرنے کی بجائے اپنے ہاتھوں سے تالی بجائیں گی۔ تاکہ نامحرم عورتوں کی آواز امام کے کانوں میں نہ پڑے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ: وَلَا تَقۡرَبُوا الزِّنٰۤی اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَسَآءَ سَبِيۡلًا ۔(بنی اسرائیل: 32) ’’تم زنا کے قریب بھی نہ جاؤ کیونکہ یہ بے حیائی اور برا راستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ تم زنا نہ کرو بلکہ حکم دیا کہ جو طور طریقے زنا کا سبب بنتے ہیں ان سے بھی اپنے آپ کو بچاؤ مثلاً نظر بازی، حسن پرستی، آرائش حسن، عریاں منظر کشی، بے پردگی وغیرہ۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: يَعۡلَمُ خَآئِنَةَ الۡاَعۡيُنِ وَمَا تُخۡفِى الصُّدُوۡرُ (المومن: 19) ’’وہ آنکھوں کی چوریوں اور جو کچھ سینوں میں پوشیدہ ہے، جانتا ہے‘‘۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ گناہ صرف نگاہ سے نہیں، دل سے بھی سرزد ہوتا ہے۔ بعض دفعہ تو قلب سے معصیت یوں بھی سرزد ہوتی ہے کہ پہلے سے دیکھی ہوئی صورتیں یاد آتی ہیں، ان کے تصور سے انسان لذت محسوس کرتا ہے۔ آنکھوں سے گناہ کی صورت میں کوئی اور بھی دیکھ سکتا ہے مگر دل کی اتھاہ گہرائیوں میں سوچنے کے عمل کو (ماسوائے اللہ تعالیٰ کے) کوئی بھی نہیں دیکھتا اس سے وہی بچے گا جس کے دل میں تقویٰ ہوگا۔ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ بے شک کان، آنکھ اور دل ہر ایک شخص سے ان کے

افعال کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی۔

پھر فرمایا: ''اور اللہ تعالیٰ تمہاری بدنگاہوں کی تمام مصنوعات سے باخبر ہے''۔

بدنگاہی کے فعل اور عمل کو یہاں صنعت قرار دیا گیا ہے۔ بدنگاہی کے بعد دل اپنی تمناؤں کی خیالی تصویر بناتا ہے۔ خیالی پلاؤ میں کبھی بوسہ لیتا ہے۔ کبھی سینے سے لگاتا ہے گویا وہ اپنے تمام حواس خمسہ سے حرام لذت لینے کی کوشش کرتا ہے۔ کئی لوگ غیر محرم عورتوں اور نوعمر لڑکیوں کو للچاتی نگاہوں سے دیکھتے ہیں تو دل میں ان کے حسین نقوش کی چھاپ لگ جاتی ہے پھر وہ اپنی خلوتوں میں خیال لاکر ان سے شہوت کے مزے لیتے ہیں۔ دل کا یہ گناہ، آنکھ کے گناہ سے شدید تر ہے۔ جس نے اپنی نظر کو آزاد چھوڑا، اس کے غم طویل ہو گئے۔ ہر گناہ سے دل تھوڑا سا ہلتا ہے لیکن بدنظری سے پورا قبلہ تبدیل ہو جاتا ہے۔

مغربی تہذیب کے دلدادے نیک خصلت عورت کو قدامت پسندی اور دقیانوسی ہونے کے طعنے دیتے ہیں۔ مرد اپنے گھروں میں بہو، بیٹیاں، بیویاں، بہنیں رکھنے کے باوجود اپنی قوم کو بہو، بیٹیوں، ماؤں اور بہنوں کو چوراہوں، بازاروں، بس اسٹینڈوں، ریلوے پلیٹ فارموں عام گزرگاہوں اور تماشہ گاہوں پر کھڑے ہو کر اپنا قیمتی وقت قربان کر کے شہوانی جذبات سے مغلوب، للچاتی نگاہوں سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتے ہیں جیسے بھوک سے بے تاب بھیڑیے، گلّے کی بھیڑوں بکریوں کی تاک میں رہتے ہیں کہ جونہی کوئی بھیڑ بکری گلے سے علیحدہ ہو، اسے اُٹھا کر بھاگ جاتے ہیں اور اپنی بھوک کی آگ کو ٹھنڈا کرتے ہیں۔ آئے دن زنا بالجبر کی وارداتوں کی خبریں اس افسوسناک رجحان کی توثیق کرتی ہیں۔

حدیث پاک میں ہے کہ جس بندے نے اس جگہ پر ایک نگاہ ڈالی جس سے اسے منع کیا گیا تھا، ایک نظر کے بدلے میں چالیس سال جہنم میں جلنا پڑے گا۔ نیز فرمایا کہ جو عورت اپنے آپ کو نامحرم کی نظر سے بچائے گی، دوزخ کی آگ اس کو نہ جلائے گی۔ جو عورت اپنے آپ کو نامحرم کے آگے کرے گی، حسن و آرائش کر کے اسے دکھائے گی، بے حیائی سے اس پر نظر ڈالے گی تو ہر نظر میں تین سو ساٹھ لعنت اس پر پڑے گی۔

آدمی عورتوں سے شرما جاتا ہے مگر لڑکوں سے نفس دس بہانے بنا لیتا ہے کہ یہ میرا بھتیجا

ہے، بھانجا ہے، منہ بولا بیٹا ہے۔ حضرت ابن الجلاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے ایک نوخیز نصرانی کو گھورا۔ میرے شیخ نے مجھے دیکھ لیا اور فرمایا یہ کیا حرکت کی ہے۔ آئندہ تمہیں اس کا انجام بھگتنا پڑے گا۔ چنانچہ چالیس سال بعد قرآن مجید میرے سینے سے نکل گیا۔ ایک اطالوی سائنس دان سر آئزک نیوٹن نے حرکت کا تیسرا قانون دیا کہ عمل اور ردّعمل آپس میں برابر لیکن سمت میں مخالف ہوتے ہیں۔ اگر گیند کو زمین پر زور سے مارو گے تو وہ مخالف سمت میں اسی قدر بلند ہو جائے گا۔ بعینہٖ، خدا کی قسم اگر تم اپنے نفس کو برے تقاضوں کے وقت جس قدر زور سے دباؤ گے، اسی قدر حق تعالیٰ کی طرف سے بلندی و قرب نصیب ہوگا۔

حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے سبز موتی کا محل پیدا فرمایا۔ اس میں ستر ہزار گھر ہیں اور ہر گھر میں ستر ہزار کمرے ہیں اس میں وہی آدمی آئے گا جس کے سامنے حرام پیش کیا جائے اور وہ صرف اللہ تعالیٰ کے ڈر سے اسے چھوڑ دے''۔ گناہ سے بچنے کا غم اٹھانا، غذائے اولیاء کرام ہے۔ ہر سال حج و عمرہ کرنے والا، ذکر و تسبیح پڑھنے والا، نوافل و تلاوت کا حق ادا کرنے والا لیکن گناہ سے نہ بچنے والا، میرا ولی نہیں، میرے ولی صرف وہ ہیں جو مجھے ناراض نہیں کرتے، جو متقی ہیں۔ اس پر خود قرآن پاک گواہ ہے: اِنْ أَوْلِیَـاؤُہُ اِلاَّ الْـمُتَّقُونَ (الانفال: 34)۔ یہ زندگی پھر دوبارہ نہیں ملے گی۔ یہ مجاہدے کا مزہ، خونِ آرزو کا مزہ ایسا ہے کہ حلاوتِ ایمانی سے قلب لبالب بھر دیا جاتا ہے۔

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بزرگ کو دیکھا کہ دنیا سے منہ موڑ کر غار میں رہتے ہیں ان سے پوچھا کہ شہر میں کیوں نہیں آتے تاکہ لوگوں سے مل کر دل بہلے۔ فرمانے لگے وہاں حسین لوگ رہتے ہیں اور جہاں پھسلن ہو، وہاں ہاتھی بھی پھسل جایا کرتے ہیں۔ دنیاوی نقصانات کے لحاظ سے بدنظری، قوت باہ کے لئے زہر قاتل ہے۔ مثانہ کی کمزوری، قطرات کا آنا، جریان، احتلام، دل کی کمزوری، کمر درد، پنڈلی میں درد، سر کے چکر، آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا جانا، سبق یاد نہ ہونا، سبق جلدی بھول جانا، کسی کام میں دل کا نہ لگنا، غصہ بڑھ جانا، نیند کی کمی، ارادہ پست ہو جانا، شادی کے قابل نہ رہنا، یہ بدنظری کے ادنیٰ کرشمے ہیں۔

قیامت کا یہ منظر کبھی نہ بھولو کہ جب بارگاہ الٰہی میں پیشی ہوگی تو زانی کہے گا اے میرے

پروردگار! میں نے کبھی آپ کی نافرمانی نہیں کی تھی۔اب اللہ تعالیٰ، زبان پر مہر لگادیں گے۔زبان گنگ ہوجائے گی۔ پھر اعضاء گواہی دینا شروع ہوجائیں گے۔ ہاتھ کہے گا پروردگار! میں نے ناجائز حرام جگہ پر ہاتھ لگایا تھا۔ آنکھ بولے گی۔ میں نے بدنظری کی تھی۔ پاؤں کہے گا میں حرامکاری کے لئے چل کر گیا تھا۔شرمگاہ کہے گی میں نے حرام کاری کی تھی۔دائیں کندھے والا فرشتہ کہے گا، میں نے سنا تھا۔ بائیں کندھے والا فرشتہ بولے گا، میں نے لکھا تھا۔پھر زمین گواہی دے گی اور میرے اوپر یہ فعل سرزد ہوا تھا۔اب اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میری عزت وجلال کی قسم میں اس کی حرکت پر مطلع تھا لیکن میں نے پردہ پوشی کی۔اے میرے فرشتو! اسے پکڑو۔اسے میری ناراضگی کا مزہ چکھاؤ، دنیا میں یہ شخص خیال کرتا تھا کہ کبھی میری طرف پلٹ کر نہ آئے گا۔

اِنَّهٗ كَانَ فِیْٓ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا O اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ O بَلٰٓى اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِيْرًا O

”یہ اپنے اہل وعیال میں مست رہتا تھا اور خیال کرتا تھا کہ (اللہ کی طرف) پھر کر نہ جائے گا۔ہاں ہاں اس کا پروردگار اس کو دیکھ رہا تھا“۔

ہر گناہ بدعقلی اور حماقت کی دلیل ہے۔اتنے بڑے مالک کو ناراض کر رہا ہے جس کے قبضہ قدرت میں ہماری زندگی، موت، تندرستی، بیماری، راحت، چین، حسن خاتمہ اور سوئے خاتمہ ہے۔عقل صحیح ہوتی تو ہرگز یہ گناہ نہ کرتا۔ بدنظری تو انتہائی حماقت کا گناہ ہے۔نہ ملنا، نہ ملانا، مفت میں دل کو تڑپانا۔ پیارے نبی ﷺ نے فرمایا: لعن اللّٰه النّاظر والمنظور اليه ۔اللہ کی لعنت ہو جو بدنظری کرے اور اس پر بھی لعنت جو بدنظری کے لئے اپنے آپ کو پیش کرے۔

حکمت بالغہ (اکتوبر 2013ء) کی خصوصی اشاعت

الصلوٰۃ و السّلام علیٰ رسولِ اللہ ﷺ

پر

اہل علم کے تاثرات

1۔ ضمیر اختر خان پشاور

ماہنامہ ''حکمت بالغہ'' کی خصوصی اشاعت ''الصلوٰۃ والسلام علیٰ رسول اللہ'' کی ورق گردانی کرتے ہوئے جو احساسات وجذبات پیدا ہوئے، ان کی ترجمانی سورۃ الرحمٰن کی آیت 60 میں وارد الفاظ میں یوں ہوگی: ''احسان کا بدلہ تو بس احسان ہی ہے''۔ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو ساری انسانیت کے لیے محسن بنا کر بھیجا ہے۔ آپ کے احسانات کا بدلہ ہم کیسے دے سکتے ہیں اور اس ضمن میں اسلام ہماری کیا رہنمائی کرتا ہے، اس کو '**ھل جزاء الاحسان الا الاحسان**'' کا عنوان دے کر درج ذیل معروضات پیش کی جا رہی ہیں:

1۔ اللہ تعالیٰ کے انسانوں پر بے شمار احسانات ہیں۔ ان میں سے سب سے بڑا احسان انسانوں کی ہدایت کے لیے نبوت ورسالت کا اجرا ہے۔ اس احسان کا ذکر قرآن مجید میں، خاص طور پر نبی ﷺ کے حوالے سے، بایں الفاظ کیا گیا ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (آل عمران:۱۶۴)

اہل ایمان پر اللہ تعالیٰ نے بہت بڑا احسان کیا ہے کہ ان کے درمیان انہی میں سے ایک ایسا رسول

اٹھایا جواس کی آیات ان کو سناتا ہے، ان کی زندگیوں کو سنوارتا ہے اور ان کو کتاب اور دانائی کی تعلیم دیتا ہے، حالانکہ اس سے پہلے یہی لوگ صریح گمراہیوں میں پڑے ہوئے تھے۔

2۔ اگرچہ نبی ﷺ کی بعثت ساری انسانیت پر اللہ تعالی کا احسان عظیم ہے مگر اہل ایمان پر یہ اللہ تعالیٰ کا خصوصی احسان ہے کہ وہ نبی ﷺ پر ایمان لا کر اس کا اعتراف بھی کرتے ہیں۔ یوں تو سارے انسانوں پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر کے نبی ﷺ پر ایمان لائیں اور اس احسان عظیم کا بدلہ چکائیں مگر بطور خاص اہل ایمان پر تو فرضِ عین ہے کہ وہ اپنے نبی ﷺ کے احسان کا بدلہ یوں دیں کہ ایک طرف نبی ﷺ کے ساتھ والہانہ شخصی تعلق قائم کریں کہ جو ہر رشتے ناتے پر فوقیت رکھتا ہو تو دوسری طرف آپ کی امانت یعنی دین اسلام کو تمام مذاہب اور نظامہائے باطل پر غالب کرنے کی جدجہد کریں اس لیے کہ احسان کا بدلہ تو بس احسان ہی ہے، ھل جزاء الاحسان الا الاحسان۔

3۔ ماہنامہ ''حکمت بالغہ، جھنگ'' بابت اکتوبر 2013ء کی خصوصی اشاعت ''الصلوٰۃ والسلام علی رسولِ ﷺ اللہ جل جلالہ'' کا اہتمام کر کے انجینئر مختار فاروقی صاحب اور ان کی ٹیم نے اللہ تعالیٰ کے اس عظیم احسان کا بھرپور اعتراف و اعلان کیا ہے، جو نبی ﷺ کی صورت میں، عالم انسانیت پر بالعموم اور اہل ایمان پر بالخصوص ہوا۔ فجزاھم اللّٰہ عن جمیع المسلمین۔

4۔ موضوع نیا نہیں ہے۔ قرآن حکیم کی سورۃ الاحزاب آیت 56 اس موضوع کی بنیاد ہے لہٰذا اہل علم نے اپنے اپنے انداز میں اس پر ہر دور میں لکھا ہے۔ قرآن مجید کی اب تک جتنی تفاسیر لکھی گئی ہیں، ان میں نبی ﷺ پر صلوٰۃ وسلام کی فضیلت، اس کی فقہی حیثیت، اہل ایمان کا ذوق وشوق سے صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا اہتمام کرنا اور نبی ﷺ سے اظہارِ محبت کے ایک اہم ذریعے کے طور پر اس کا التزام کرنا، سب نے نہایت شرح وبسط سے بیان کیا ہے۔ علاوہ ازیں اس موضوع پر مستقل تصانیف بھی موجود ہیں۔ لیکن ''حکمت بالغہ، جھنگ'' کی خصوصی اشاعت اپنی نوعیت کی منفرد تالیف ہے۔ جو چیز ''حکمت بالغہ'' کی متذکرہ بالا اشاعت کو دیگر تمام تحریروں / تصانیف سے ممیّز کرتی ہے وہ اس موضوع کو دین اسلام کے پورے نظام کے ساتھ ہم آہنگ کر کے پیش کرنا ہے۔ مختار فاروقی صاحب نے خود اس کی وضاحت یوں کی ہے:

''اس اشاعت میں ہماری کوشش رہی ہے کہ دین کے پورے نظام فرائض واحکام میں اس 'درود وسلام' کا جو مقام ہے وہ واضح کیا جائے تا کہ قرآن مجید کے دوسرے احکام اور سیرت النبی ﷺ کے دوسرے پہلو از قسم جہاد وقتال وقیام حکومت وریاست یا نصبِ امام وعزلِ امام کی اہمیت مجروح نہ ہو'' (ص 11)۔

5۔ حقیقت یہ ہے کہ جب دین کے پورے نظام سے علیحدہ کر کے ایک موضوع پر سیاق و سباق سے ہٹ کر ساری توجہات مرتکز کی جاتی ہیں تو خلط مبحث ہوتا ہے اور تصورات دین میں کجی واقع ہو جاتی ہے۔ مثلاً بعض احادیث میں کسی ایک عمل پر تمام گناہوں کی معافی کا ذکر ہوتا ہے۔ اس سے لوگ یہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ اگر ہم اس عمل کا اہتمام کر لیں تو ہمارا کام بن جائے گا حالانکہ اس طرح کی احادیث میں گناہوں سے معافی کی جو خوشخبری سنائی جاتی ہے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کرنے والے اور آخرت کی باز پرس سے بے خوف ہیں ان کو اس بات کا اجازت نامہ (LICENCE) دیا جا رہا ہے کہ وہ صرف رمضان کے روزے رکھ لیں، تراویح پڑھ لیں، لیلۃ القدر میں قیام کر لیں تو پچھلا حساب صاف اور پھر گیارہ مہینے جو کرنا چاہیں کریں، رشوتیں کھائیں، لوگوں کے حق ماریں، ظلم وستم کریں، بے حیائی و بے شرمی پھیلائیں، اللہ کے قوانین وضابطوں کو چھوڑ کر باطل نظاموں کی پیروی کریں اور اپنے ہر قول وفعل سے اسلام کی بجائے کفر کی نمائندگی کریں اور اگلے سال پھر رمضان میں اپنی بخشش کا سامان کر لیں تو پہلے کا سب کیا دھرا معاف ہو جائے گا۔ یہ اسی فکری کجی کا نتیجہ ہوتا ہے کہ پورا رمضان مسجدیں بھری ہوتی ہیں اور پھر چاندرات کو ہی خالی ہو جاتی ہیں۔

6۔ اسی طرح کا معاملہ پاکستان کے مسلمانوں کا صلوٰۃ وسلام کے حوالے سے ہے۔ ماہِ ربیع الاول میں ملک کے طول وعرض میں صلوٰۃ وسلام کی خوب محفلیں سجتی ہیں۔ نبی ﷺ سے عشق و محبت کے بے مثال مظاہرے ہوتے ہیں مگر عملی زندگی اسوۂ رسول ﷺ سے تہی دامن ہوتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ صلوٰۃ وسلام پڑھنے کی قرآن میں تاکید ہے اور احادیث میں اس کے بہت زیادہ فضائل ہیں مگر نبی ﷺ کا لایا ہوا دین مغلوب ہو، شریعت محمدی ﷺ کہیں نافذ نہ ہو اور اہل ایمان اس کو غالب کرنے کی کوئی کوشش نہ کریں، فقط کثرت سے صلوٰۃ وسلام کا ورد کرتے

رہیں تو یہ عمل نہ اللہ کے ہاں قبولیت پائے گا اور نہ ہی رسول ﷺ کی نگاہ میں اس کی وقعت ہوگی۔

7۔ فی زمانہ مسلمان بے لنگر کے جہاز کی مانند ہیں۔ نبی ﷺ سے ان کا تعلق رسمی سے زیادہ نہیں ہے۔اسی لیے باہمی اتحاد کی بجائے انتشار ہے۔اُمت مسلمہ کو وحدت کی لڑی میں پرونے کے لیے نبی ﷺ کی شخصیت سے بڑھ کر کوئی عامل (Factor) مؤثر نہیں ہوسکتا۔اس لیے آپ کی شخصی محبت کو اہل ایمان کے دلوں میں اُجاگر کرنا وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔اس کے ساتھ ہی آپ ﷺ کے مشن سے محبت پیدا کرنا بھی اشد ضروری ہے جیسے کہ صحابہؓ کرام میں یہ دونوں محبتیں جمع ہوگئی تھیں۔انہیں نبی ﷺ کی ذات سے بھی بے انتہا محبت تھی اور آپ کے مشن پر تو ہر وقت جان نچھاور کرنے کے لیے تیار رہتے تھے،جس کا نقشہ سورۃ الاحزاب کی آیت 24 میں یوں کھینچا گیا ہے:''اہل ایمان میں وہ جانباز بھی ہیں کہ انہوں نے اللہ سے باندھے ہوئے عہد کو اس کی راہ میں جانیں دے کر پورا کر دکھایا اور دوسرے سر ہتھیلی پر لیے ہوئے کھڑے ہیں کہ کب موقع آئے کہ وہ اس عہد سے سبکدوش ہوں گے۔''

8۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے مختار فاروقی صاحب کو کہ انہوں نے بڑی محنت اور عرق ریزی سے قرآن وحدیث کی روشنی میں موضوع کا حق ادا کیا ہے اور غیر ضروری نزاعی مباحث سے بچتے ہوئے خالص علمی انداز میں نہ صرف صلوٰۃ وسلام کے معانی ومعارف کو عام فہم بنا کر پیش کیا ہے بلکہ دینی فرائض کا جامع تصور اور نبی ﷺ کی بعثت کے اعلیٰ ترین مقصد''ظہارِ دین الحق علی الدین کلہ'' کو بھی دل نشیں پیرائے میں بیان کر کے تعلیم یافتہ طبقے پر اِتمامِ حجت کر لی ہے۔اُمید واثق ہے کہ حکمت بالغہ کی خصوصی اشاعت بعنوان''الصلوٰۃ والسلام علیٰ رسول اللہ ﷺ'' متذکرہ بالا دونوں محبتیں اہل ایمان کے دلوں اور دماغوں میں راسخ کرنے میں ان شاءاللہ معاون ثابت ہوگی۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا سَأَلَكَ مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ ﷺ

وَ نَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَكَ مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ ﷺ۔امین یا رب العلمین

2۔ ڈاکٹر فرید احمد پراچہ ڈپٹی سیکرٹری جنرل جماعت اسلامی پاکستان

شکر گزار ہوں کہ علماء اکیڈمی کے لئے''حکمت بالغہ'' باقاعدگی سے مل رہا ہے۔اس مرتبہ آپ نے نبی اکرم ﷺ پر درود وسلام کے حوالہ سے جس خصوصی اشاعت کا اہتمام کیا ہے وہ

ماشاء اللہ اس اہم موضوع پر نہایت ہی مؤثر جامع اور مفید و کارآمد کاوش ہے۔ اللہ کریم آپ کو اجرِ عظیم سے نوازے کہ آپ نے عشق و محبت کے لازوال جذبات اور قرآن و سنت کی حقیقی تعلیمات میں بہترین توازن پیدا کیا ہے۔ دُعا ہے کہ اللہ کریم آپ کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور جزائے خیر سے نوازے۔ آمین

3۔ پروفیسر عون محمد سعیدی مصطفوی، بانی: تحریک نظام مصطفیٰ پاکستان، بہاولپور

درود و سلام کے حوالے سے قرآن حکیم کی درج ذیل آیت زبان زد خاص و عام ہے اور اپنے اندر اسرار و رموز کے ان گنت موتی سمیٹے ہوئے ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (بے شک اللہ اور اس کے سب فرشتے نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجتے رہتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو)۔

اللہ تعالیٰ عبادت یا بندگی سے پاک ہے۔ درود و سلام بندوں کے لئے تو عبادت ہے مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ درود حضور پاک کے لیے خصوصی فضل و کرم ہے جو ہر وقت رحمت و برکت اور ثنا کی صورت میں جاری رہتا ہے جو کبھی بھی ختم نہ ہوگا۔ بندے جو بھی کام کرتے ہیں وہ منفرد ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ شریک نہیں ہوتا۔ مگر درود پاک وہ واحد نیکی ہے کہ بندے بھی اسے اپنی حیثیت کے مطابق سرانجام دیتے ہیں اور اس عمل میں اللہ تعالیٰ بھی اپنی شان کے مطابق ان کے ساتھ شامل ہوتا ہے۔ اور یہ بندوں کے لیے بہت بڑے اعزاز کی بات ہے، گویا درود مصطفیٰ سنت خدا ہے۔

باقی عبادات میں اتباع و اطاعت کا عنصر پایا جاتا ہے مگر درود و سلام میں خالصتاً عشق و محبت کا عنصر پایا جاتا ہے۔ کیونکہ درود و سلام روح کی تاروں کو مکین گنبد خضراء سے جوڑ دیتا ہے ۔ اور اس کا مقصد وحید روح کے اندر آپ ﷺ کے جلوؤں کو سمو دینا ہے۔ ایک نکتہ یہ بھی ہے کہ مصطفیٰ کریم ﷺ پر درود بھیجنا اور آپ کی نعت و صفت بیان کرنا خود عبادت خداوندی ہے۔ یعنی حضور مصطفیٰ ﷺ پر درود پڑھنے سے نعت مصطفیٰ بھی ہوتی ہے اور عبادت خدا بھی۔

اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو حکم دیا کہ وہ بھی حضور ﷺ پر خوب خوب درود و سلام کے نذرانے بھیجیں۔ ایمان والوں کی قید اس لیے لگائی کہ ایمان حب رسول ﷺ کا دوسرا نام ہے اور کفر گستاخی رسالت کا دوسرا نام ہے۔ گویا حضور ﷺ پر درود و سلام تو اہل محبت ہی بھیجیں گے اور جن

کے دلوں میں حب رسول ﷺ کا چراغ روشن نہیں ہوگا وہ درود وسلام سے ہر لمحہ کنی کترائیں گے ۔صلوا اور سلموا امر کے صیغے ہیں جس سے مراد یہ ہے کہ حضور ﷺ پر (زندگی میں کم از کم ایک مرتبہ) درود وسلام پڑھنا واجب ہے ۔اور جب بھی حضور ﷺ کا نام نامی اسم گرامی آئے تو آپ ﷺ پر درود بھیجنا ضروری ہے۔

قرآن حکیم میں نماز کے لیے بھی لفظ صلوۃ استعمال ہوا ہے اور حضور ﷺ پر درود کے لیے بھی لفظ صلوۃ استعمال ہوا ہے ۔نماز اللہ تعالی کی ہے اور درود پیارے مصطفیٰ ﷺ کا ہے مگر قرآن حکیم میں نماز و درود دونوں کے لیے لفظ صلوۃ استعمال کر کے اللہ تعالی نے دونوں کی اہمیت کا پتہ دیا جس طرح اللہ تعالی کی نماز اہم ہے اسی طرح پیارے مصطفیٰ ﷺ کا درود بھی اہم ہے یہی وجہ ہے کہ جب ہم اللہ تعالی کی صلوۃ (نماز) کا آغاز کرتے ہیں تو اس کا اختتام مصطفیٰ کریم ﷺ کی صلوۃ (درود) پر کرتے ہیں۔ گویا نماز درود کے بغیر مکمل نہیں اور درود نماز کے بغیر مکمل نہیں۔

جب سے مذکورہ آیت کریمہ نازل ہوئی ہے اس وقت سے لے کر آج تک حضور ﷺ پر درود وسلام جاری ہے اور ان شاء اللہ قیامت تک جاری رہے گا۔ ہر دور میں اور ہر زبان میں حضور ﷺ پر درود وسلام لکھا اور پڑھا گیا۔سینکڑوں کتابیں اس موضوع پر تحریر ہوئیں اور آج بھی یہ سلسلہ جاری ہے۔

حضور ﷺ پر درود وسلام کی اسی اہمیت کے پیش نظر محترمی و مکرمی جناب انجینئر مختار فاروقی صاحب نے ''ماہنامہ حکمت بالغہ، جھنگ'' کا خصوصی شمارہ ''الصلوٰۃ والسلام علی رسول اللہ'' کے نام سے شائع کیا۔اس شمارہ میں آیت صلوۃ وسلام (اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ......الخ) کے حوالہ سے متعدد کتب لغات وتفاسیر کی روشنی میں بہترین تشریح اور علمی نکات پیش کیے گئے ہیں۔

ویسے تو اللہ تعالی نے حضور ﷺ پر درود وسلام بھیجنے کے حوالہ سے کوئی قید نہیں لگائی یعنی جب درود پڑھو، جتنا درود پڑھو جو درود پڑھو، جہاں درود پڑھو، مؤمنین کو اس کی کھلی اجازت ہے، لیکن کچھ مواقع ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ کی ذات اقدس پر درود وسلام پڑھنا بہت زیادہ باعث خیر و برکت اور ذریعۂ نجات ہے۔ایسے 40 مواقع کا تذکرہ ماہنامہ حکمت بالغہ کے اس خصوصی شمارہ میں کیا گیا ہے۔ان چالیس میں سے چند ایک مواقع یہ ہیں: نماز جنازہ

میں دوسری تکبیر کے بعد، خطبہ جمعہ وعیدین میں، اذان کے بعد، دعا کے وقت، مسجد میں داخل ہوتے وقت، جب نبی اکرم ﷺ کا ذکر ہو، استلامِ حجر اسود کے وقت، کسی کام کے لیے نکلتے وقت، شب بیداری کے وقت، ختم قرآن کے موقع پر، مجلس سے اٹھتے وقت، غم وشدائد کے ہجوم اور طلب مغفرت کے وقت، نبی اکرم ﷺ کا نام مبارک لکھتے وقت، وضو کرنے کے بعد، ذکر الٰہی کے حلقوں میں، بھولی ہوئی چیز کو یاد کرنے کے وقت، نماز میں تشہد پڑھنے کے دوران، فرض نماز کے بعد، ہر اہم اور خاص کلام کے وقت۔۔

اس شمارہ کے پانچویں باب میں تقرب الی اللہ، مقام نبوت کی رفعت وشان، حضور نبی اکرم ﷺ پر درود وسلام کا نذرانہ بھیجنے کے انعامات، انبیاء کرام کی اپنی امت کیلئے حیثیت اور نفاق کی علامات بیان کرنے کے بعد اس سے بچاؤ کی احتیاطی تدابیر کے ذکر نے اس کی اہمیت کو چار چاند لگا دیے ہیں۔ اس رسالہ کے آخر میں قرآن حکیم واحادیث مبارکہ کی روشنی میں جسمانی وروحانی طہارت کی افادیت واہمیت اور اس ضمن میں اسلامی تہذیب کا دیگر تہذیبوں سے موازنہ قارئین کے لیے یقیناً دلچسپی کا باعث ہے، اسی طرح باعمل مسلمان اور بے عمل مسلمان کی نشانیاں اور بدعمل مسلمان کو عمل صالح کی ترغیب دلانے والے الفاظ تمام مسلمانوں کے لیے خصوصی طور پر لائق مطالعہ ہیں۔

ماہنامہ حکمت بالغہ کی ''الصلوٰۃ والسلام علی رسول اللہ'' کے حوالہ سے خصوصی اشاعت یقیناً لائق صد تحسین اور قابل داد ہے۔ اللہ تعالیٰ اس رسالہ کی پوری ٹیم کی اس مساعی جمیلہ کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطاء فرما کر حضور نبی کریم رؤف رحیم علیہ التحیہ والتسلیم کے تصدق سے اسے ان کے لیے ذریعۂ نجات بنائے اور دارین کی کامیابیوں سے نوازے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

4۔ الحاج ظہور الحسن قادری کمالیہ

کتابوں کا علمی دنیا میں آقائے دوجہاں حضرت محمد ﷺ کی ذاتِ مقدسہ پر الصلوٰۃ والسلام کے موضوع پر ماضی میں بہت سے اکابر نے اپنے رشحاتِ قلم سے بہت ہی نادر ونایاب خدمات انجام دیں ہیں مگر اس دور میں آقائے دوجہاں حضرت محمد ﷺ کی ذاتِ مقدسہ سے محبت و عشق کرنے والوں کا انداز پہلے سے نرالا اور اچھوتا نظر آتا ہے۔ اس ایمان افروز موضوع پر جناب

مختار فاروقی مدیر اعلیٰ ''حکمت بالغہ'' نے اپنی محبت وعشق کا نذرانہ پیش کیا ہے وہ منفرد اور نئے انداز کا شاہکار ہے جس کا اظہار وہ ان الفاظ سے کرتے ہیں: ''ہمارے نزدیک صلوٰۃ وسلام زبان سے ادا کئے جانے والے کچھ الفاظ ہی نہیں ہیں بلکہ فکر کا ایک انداز' ایک نقطہ نظر' ایک نظریہ' ایک تصورِ حیات اور لائف سٹائل ہے جو حضرت محمد ﷺ کی کامل سمع واطاعت پر مبنی ہو۔''

اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ صلوٰۃ وسلام پڑھنے والے کی پوری زندگی اُسوۂ رسول ﷺ کا کامل نمونہ ہو۔ اس خصوصی شمارہ کے دوسرے باب میں صلوٰۃ وسلام کے معنی ومفہوم کو لغوی طور پر تفصیل سے بیان کیا گیا ہے اور بہت سے مفسرین قرآن کی تقاسیر سے سورۂ احزاب 56:33 کی آیت مبارکہ: (اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوۡنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَـلَیۡـہِ وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا (33-56)) کی شرح کو بیان کر دیا جس سے ہر مکتبہ فکر سے وابستہ مختلف مفسرین قرآن کی آراء سے استفادہ کر سکتا ہے۔

تیسرے باب میں جناب امیر الدین احمد نے صلوٰۃ وسلام کی فضیلت کو نہایت وضاحت سے قرآنی آیات کی روشنی میں بیان فرمایا ہے اور بہت سی احادیث سے فضائل درود شریف پر روشنی ڈالی ہے۔ شمارہ کے چوتھے باب میں علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ الجوازی کتاب ''جلاء الافہام'' کے حوالے سے درود شریف پڑھنے کے محل ومقامات کو بیان کیا گیا ہے جو انتہائی ایمان افروز باب ہے تاکہ ہر مسلمان اپنے روزمرہ کے معمولات میں جب اس محل ومقام سے گزرے تو اسے درود شریف پڑھنے کی سعادت حاصل ہو اور اس کی زندگی سنور جائے یہ باب خاص توجہ سے ذہن نشین کرنے کا ہے۔

شمارہ کے باب 5 (حصہ اول) میں قرآن پاک کی آیت (اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوۡنَ عَـلَـی النَّبِیِّ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَیۡہِ وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا(33-56)) کا شانِ نزول اور اس کی برکات پر نہایت روح پرور روشنی ڈالی گئی ہے۔ باب کا عنوان ہی بڑا دل نشین ہے۔ یعنی ''رسولِ رحمت ﷺ کی رحمت للعالمینی کی پھوار اُمت پر'' ایک مقام پر درود پاک پڑھنے کی برکات وفیوضات پر روشنی ڈالتے ہوئے تحریر فرمایا: ''آیت مذکورہ کے مطابق آپ ﷺ پر درود شریف پڑھنے سے جو خصوصی رحمتیں شامل ہوتی ہیں' اس کی وجہ سے ہر مسلمان جہاں کھڑا ہے وہاں سے

آگے کا سفر کرتا رہتا ہے اور ''سیر الیٰ اللہ'' کا سفر اپنے پیغمبر ﷺ پر درود شریف اور وفاداری، وفاکیشی کی بدولت کامیابی سے طے ہوتا رہتا ہے۔ (صفحہ 74)

باب 5 (حصہ دوم) میں ''نور اور ظلمات'' کی قرآنی اصطلاح کو نہایت ہی تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اگر غفلت میں ڈوبا ہوا مسلمان اس حصہ دوم کو توجہ سے مطالعہ کرے تو اس کا دل، اس کی روح اور اس کا سارا وجود نورٌ علیٰ نور بن جائے اور اسے اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و کرم نصیب ہو جائے گا۔ (ان شاء اللہ)

باب 5 حصہ دوم انتہائی اہمیت کا حامل حصہ ہے جس میں اسلام کے تصورِ طہارت کو نہایت تفصیل سے بیان کیا گیا ہے چونکہ درود شریف ایک اعلیٰ و ارفع عمل ہے جس سے حضورِ اقدس ﷺ کی محبت اور اتباع نصیب ہوتی ہے اس لئے طہارت کو اوّلین حیثیت حاصل ہے۔ اسی باب میں ازواجِ مطہرات کے حوالے سے خواتین کے لئے بہت سے احکامِ الٰہی کو بھی بیان کیا گیا ہے اور ساتھ ہی ''دُعائے نور'' کی فضلیت سے آشنا کر کے اہل ایمان کے قلب و باطن کو روشن کرنے کا نسخہ کیمیا پیش کر دیا ہے۔ طہارت کی فضلیت کے بارے میں ایک مقام پر ایک حقیقت افروز بات تحریر فرمائی ہے: ''انسانی جسم کی پاکیزگی سے جب انسان کی سوچ صحیح ہوتی ہے اور خیالات پاکیزہ ہو جاتے ہیں اور آپ ﷺ کی اطاعت اور وفاشعاری کی زندگی اختیار کرنے سے باطنی پاکیزگی حاصل ہوتی ہے۔'' (صفحہ 109)

شمارہ کے آخری حصے میں ''سلام'' کے بارے میں روشنی ڈالی گئی ہے اور اسی حصے میں قرآن مجید کی آیات کی روشنی میں منافقین کے کردار، ان کی پہنچان، اور علامتیں بیان کی گئی ہیں تاکہ ہر مسلمان عصر حاضر کے منافقین کے شر سے محفوظ رہے اور ساتھ ہی باعمل مسلمان اور بے عمل مسلمان کے کردار کو بڑی وضاحت سے تحریر کیا گیا ہے تاکہ سچے مسلمان، غیروں کے ایجنٹوں کی سازشوں سے بچ سکیں۔

الغرض پورا شمارہ صلوٰۃ و سلام علیٰ رسول اللہ ﷺ کی اہمیت، فضلیت، عملی تقاضے اور عشق رسول ﷺ کے لئے ایک بے بہا عملی خزانہ ہے۔ میری بھی دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام اہل ایمان کو اپنے آقا و مولیٰ ﷺ پر صلوٰۃ و سلام کا نذرانہ زیادہ سے زیادہ پیش کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور

ہر مسلمان کو اس خصوصی شمارہ کے فیوض و برکات سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ جناب انجینئر مختار فاروقی کی اس سعی جمیل کو قبول و منظور فرمائے۔ آمین

5۔ محمد عبداللہ شارق، مدیر: مرکز احیاء التراث، ملتان

''حکمت بالغہ'' باقاعدگی سے موصول ہو رہا ہے۔ ''درود شریف'' پر اس کی خصوصی اشاعت بھی مل چکی ہے اور اس کو تقریباً دیکھ چکا ہوں۔ آپ کے کہنے پر، جب میں اس خصوصی اشاعت پر اپنے تاثرات قلم بند کرنے بیٹھا ہوں تو مشاغل کے طومار میں گھرا ہوا ہوں۔ تاہم اس خصوصی اشاعت پر کچھ کہنے سے پہلے، میں ختم نبوت پر لکھے گئے آپ کے مضمون کے بارہ میں کچھ کہنا چاہتا ہوں اور اس حوالہ سے دبے اپنے ایک اضطراب کو بھی یہاں کھول دینا چاہتا ہوں۔

ختم نبوت پر لکھے گئے اپنے مضمون (فروری 2013ء) میں، چند ذیلی عنوانوں کے تحت آپ نے یہ بحث چھیڑی ہے کہ تورات و انجیل کے موجودہ نسخوں میں جن ''جھوٹے نبیوں'' کا ذکر ہے، وہ دراصل جھوٹے نبی نہیں تھے اور آدم علیہ السلام سے لے کر ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلانِ ختم نبوت تک سرے سے کوئی جھوٹا نبی آیا ہی نہیں۔ آپ نے پورے وثوق سے لکھا ہے کہ یہ سب ''جھوٹے نبی'' دراصل سچے انبیاء تھے، تورات و انجیل میں تحریف کا ارتکاب کرنے والے بدنصیب اہل کتاب نے اپنی عداوت کی وجہ سے ان انبیاء کی تکذیب کی اور اللہ کی کتاب میں تحریف کرتے ہوئے ان انبیاء کو جھوٹا نبی لکھ دیا اور قتل کر دیا۔ دلیل میں آپ نے کوئی آیت یا حدیث پیش کرنے کی بجائے، غیر یقینی قسم کے چند عقلی مفروضات پیش کئے ہیں۔ مثلاً یہ کہ چونکہ آنحضور سے پہلے انبیاء کی آمد جاری تھی اور وحی نازل ہوتی رہتی تھی، کوئی جھوٹا اگر نبوت کا دعوی کرتا تو وہ بے وقوف نہیں تھا، اسے معلوم تھا کہ وحی کے ذریعہ میرا پردہ چاک ہو جائے گا۔ اس لئے کوئی بھی نبوت کے جھوٹے دعوی کی ہمت نہیں کرتا تھا جس کی وجہ سے ''جھوٹی نبوت'' کا واقعہ پیش نہیں آیا۔ بندہ پوچھے کہ آخر مسیلمہ کذاب نے بھی تو وحی کا خوف نہ کرتے ہوئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا تھا۔ جس نے جھوٹا دعوی کرنا ہی ہے تو وہ وحی کے خوف سے کیوں گھبرائے گا؟ جبرائیل علیہ السلام نے خود تو لوگوں کے سامنے آ کر اس کی جھوٹی نبوت کا اعلان کرنا نہیں۔ اسی طرح یہ دلیل بھی ایسے ہی ہے کہ چونکہ اہل کتاب بعض سچے نبیوں کو

جھوٹا کہتے رہتے تھے اور مقدس صحائف میں تحریف بھی کرتے تھے، اس لئے یقیناً انہوں تحریف کرتے ہوئے صرف سچے نبیوں کو ہی جھوٹا لکھا ہوگا اور کوئی جھوٹا نبی نہیں آیا ہوگا۔ (یا للعجب۔ کیا یہ کوئی دلیل ہے؟) تحریف کرنے سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ انہوں نے اس مقام پر بھی ضرور تحریف کی ہے؟ اسی طرح اگر وہ بعض سچے نبیوں کی تکذیب کے مرتکب ہوئے تھے تو اس سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ ختمی مرتبت ﷺ سے پہلے کوئی جھوٹا نبی آیا ہی نہیں؟

تاریخی واقعات اور شواہد کی رشنی میں یہ دعوی کتنا درست ہے اور کتنا نا درست، اس بحث میں پڑے بغیر میں آپ تک نبی ﷺ کی ایک ہدایت پہنچانا چاہتا تھا کہ ''اہل کتاب کی باتوں کو اپنی تصدیق وتکذیب کا موضوع نہ بناؤ اور اس حوالہ سے سکوت اختیار کرو، کیونکہ اگر ان کی کہی ہوئی بات درست ہوئی تو اس طرح تم اس کی تکذیب سے بچ جاؤ گے اور اگر غلط ہوئی تو تم اس کی تصدیق سے بچ جاؤ گے۔'' اصل الفاظ یہ ہیں: ''ماحدثكم أهل الكتاب فلا تصدقوهم ولاتكذبوهم وقولوا آمنا بالله ورسله فان كان باطلا لم تصدقوه وان كان حقا لم تكذبوه'' (ابوداود۔ حدیث ۳۶۴۶) ایک اور روایت میں ہے کہ ''اہلِ کتاب سے کوئی بات نہ پوچھو کیونکہ خطرہ ہے کہ تم کسی حق بات کو غلط یا پھر غلط بات کو حق سمجھ بیٹھو۔'' (مسند احمد۔ حدیث ۱۴۶۳۱) اہلِ کتاب کے صحائف اور روایات کے حوالہ سے اس سے زیادہ متوازن تعلیم ممکن نہیں ہے۔ موجودہ دور میں جن حضرات نے غیر مذاہب کے مطالعہ کے حوالہ سے ہاتھ بالکل کھلا رکھا ہوا ہے اور احتیاط پر مبنی فرمان نبوی کو یکسر نظر انداز کر دیا ہے، وہ اہل کتاب کی ممنوعہ تصدیق وتکذیب سے اپنے آپ کو نہیں بچا سکے۔ وہ بڑی جرأت سے ان کی کتابوں کے کسی بیان کی تصدیق اور کسی کی تکذیب کرتے ہیں، حالانکہ نبوی فرمان کے مطابق یہ سراسر گھاٹے کا سودا ہے اور اس میں ایمان کے لئے خطرہ چھپا ہوا ہے۔ تورات وانجیل میں مذکور جھوٹے نبیوں کو سچا کہنے کے بارہ میں آپ کا باوثوق دعوی بھی ایک غیر ذمہ دارانہ دعوی ہے اور اسی قبیل میں شامل ہے۔

میں یہ سب بروقت آپ تک پہنچانا چاہتا تھا، مگر نہ پہنچا سکا۔ اچھا ہوا کہ قاضی ظفر الحق صاحب نے مجھ سے زیادہ اچھے انداز میں وہی بات آپ کے نام اپنے مکتوب (جولائی ۲۰۱۳ء) میں بیان کر دی، لیکن اس میں حدیث کا حوالہ نہیں تھا۔ یوں تو اس کے بعد میرے کچھ کہنے کی ضرورت باقی

نہ تھی، مگر آپ نے ان کے مکتوب کے آخر میں لکھ دیا کہ ''آئندہ کسی اشاعت میں مکتوب نگار کے سوالات کا جواب دیا جائے گا۔'' میں انتظار میں رہا، مگر جواب نہ آیا۔ یوں مجھے بھی اب اس موقع پر اپنا اضطراب اپنے انداز میں یہاں کھول دینا مناسب محسوس ہوا۔ بات وہی کہ خاتم النّبیین ﷺ سے پہلے جھوٹے نبی آئے ہوں یا نہیں، ہمارے لئے اس بحث میں کیا رکھا ہے؟ اپنے ایمان اور اپنی نجات کے لئے کیا اتنا عقیدہ کافی نہیں کہ ''میں اللہ کے سب نبیوں پر ایمان لے آیا؟'' تورات وانجیل کے موجودہ نسخوں میں جن ''جھوٹے نبیوں'' کا ذکر ہے، ان کی صحیح شرعی حیثیت متعین کرنے کے لئے آخر ہمیں دماغی ریاضت کرنے اور اپنے ایمان کے لئے خطرات پیدا کرنے کی کیا ضرورت آپڑی ہے؟ فرض کیجئے کہ بائبل کے جن مبینہ ''جھوٹے نبیوں'' کو آپ سچا ثابت کررہے ہیں، اگر وہ سب یا ان میں سے بعض فی الواقع جھوٹے ہی ہوئے اور اہل کتاب نے اس مقام پر کوئی تحریف نہ کی ہوئی (جس کا امکان بہرحال آپ بھی تسلیم کریں گے) تو آپ کی طرف سے ان سب کی تصدیق آپ کو کس طرف لے جائے گی؟

اہل کتاب کے بیانات کو ممنوعہ تصدیق وتکذیب کا موضوع بنانے کی یہ بے احتیاطی ایک دفعہ صرف آپ کی طرف سے ہی نہیں ہوئی، اس بے احتیاطی کی مثالیں آج عام ہیں۔ ہمیں تو بغیر کسی ''جینوئن'' شرعی ضرورت کے تورات وانجیل کا مطالعہ کرنے سے ہی منع کیا گیا ہے، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تورات پڑھتے دیکھ کر آپ ﷺ نے جس طرح رنجش کا اظہار فرمایا، وہ تو آپ کے علم میں ہی ہوگا۔ معاف کیجئے، ''علم دوستی'' کا مغربی معیار یہ ہے کہ کوئی کتاب خواہ کسی بھی موضوع سے تعلق رکھتی ہو، اس کا مطالعہ کیا جائے، تحقیق وتدقیق کا موضوع بنایا جائے اور اپنے اپنے اندازوں کی بناء پر بے دھڑک اس کے کسی بیان کی تصدیق اور کسی بیان کی تکذیب کی جائے۔ کسی معاملہ میں توقف اور سکوت اختیار کرنا تو اس کی لغت میں نہیں ہے۔ ''علمی آزادی'' کا یہ مفہوم بیسویں اور اکیسویں صدی کے مسلم علماء میں بھی بہت مقبول ہوا ہے۔ تورات وانجیل کا مطالعہ کرنے اور اہل کتاب کے بیانات کو تصدیق وتکذیب کا موضوع بنانے کے حوالہ سے صریح نبوی قدغنوں کو آج ہم عملاً معطل کر چکے ہیں۔ احتیاط پر مبنی نبوی ہدایات کو ہم نے بھلا دیا ہے، تورات وانجیل کا کھلا ڈھلا مطالعہ کیا جاتا ہے، اس کے بیانات کو وسیع پیمانہ پر تصدیق وتکذیب کا موضوع بنایا جاتا ہے اور بحث ومطالعہ کی اس

آزادی کو ہم نے ''علم دوستی'' کا نام بھی دے رکھا ہے۔ صحائف سابقہ کے کسی بھی بیان کی تصدیق اسی وقت کی جاسکتی ہے جب قرآن وسنت میں اس کی صریح تصدیق موجود ہو اور کسی بیان کی تکذیب بھی اسی وقت کی جاسکتی ہے کہ جب اس کی صریح تکذیب قرآن وسنت میں موجود ہو، دماغی ریاضت کی بناء پر یہ کام کرنا بے فائدہ اور سراسر خطرہ کا کام ہے۔ باقی غیر مذاہب کا مطالعہ کرنے کے اسلامی آداب کی ساری گفتگو یہاں آ نہیں سکتی، یہ گفتگو میرے مقالہ ''اصحاب کرام اور علم دوستی کا سوال'' کے ضمن میں تفصیل سے آ گئی ہے، جو کہ اختتامی مراحل میں ہے۔

آمدم برسرِ مطلب، درود شریف پر آپ کی خصوصی اشاعت ''خصوصی اشاعتوں'' کی تاریخ میں ایک منفرد اضافہ ہے۔ تاہم اس میں کئی حوالوں سے تشنگی محسوس ہوئی۔ عشق وناز کی جو باتیں اس اشاعت کے ماتھے کا جھومر ہوتیں، وہ خال خال ہی مل پائیں۔ بعض غیر ضروری لفظی مباحث میں بے جا طوالت اختیار کی گئی۔ اسالیب میں فلسفیانہ لاگ لپیٹ بہت زیادہ تھی، جو اچھی بھلی بات کو بھی بے روح بنا دیتی ہے۔ علماء کا کام اللہ ورسول کی نکھری ہوئی باتوں کو سادہ اور پرسوز انداز میں آگے پہنچانا ہے اور بس۔ ابن القیم کی ''جلاء الافہام'' کے ایک مخصوص حصہ کا اردو ترجمہ جو آپ نے قاضی محمد سلیمان منصور پوری سے نقل کیا ہے، غیرِ مولوی کے لئے عام فہم نہیں۔ اشاعت سے پہلے نوک پلک سنور جاتی اور قدیم اردو کو جدید اسالیب سے ہم آہنگ کرلیا جاتا تو زیادہ اچھا ہو جاتا۔ اس حصہ میں (صفحہ 54 پر) نکاح کا مفہوم ''برائیکٹ'' میں ''منگنی'' لکھا گیا ہے جو کہ میں ہرگز نہیں سمجھ سکا*۔ رسالہ کے آخر میں خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کا فارسی ہدیۂ نعت پڑھ کر شاید

* فاضل مکتوب نگار نے بلاتأمل اعتراض کردیا ہے کتاب کا متن یہ ہے:...... عِنْدَ خطْبَة الرجل الْمَرْأَة فِي النِّكَاح : قَالَ إِسْمَاعِيل بن أبي زِيَاد عَن جُوَيْبِر عَن الضَّحَّاك عَن ابْن عَبَّاس رَضِي الله عَنْهُمَا فِي قَوْله تَعَالَى: إِن اللّهَ وَ مَلَائِكَتَه يُصَلُّوْنَ على النَّبِي الاية الْأَحْزَاب 56۔ قَالَ: يَعْنِي أَن الله تَعَالَى يثني على نَبِيكُم وَيغْفر لَهُ وَأمر الْمَلَائِكَة بالاستغفار لَهُ يَا أَيهَا الَّذين آمنُوا صلوا عَلَيْهِ أثنوا عَلَيْهِ فِي صَلَاتكُمْ وَفِي مَسَاجِدكُمْ وَ فِي كل موطن وَ فِي خطْبَة النِّسَاء فَلَا تنسوه (جلاء الافهام، المكتبة الشاملة) خِطبۃ النساء کے الفاظ آئے ہیں جس کا ترجمہ 'منگنی' ہوسکتا ہے، خُطبۂ نکاح میں درود شریف پڑھنا تو خطبات کے ضمن میں آتا ہے۔ (ادارہ)

میں آب دیدہ ہوگیا۔ اگر اس اشاعت میں ’’صلوۃ وسلام‘‘ پر تحقیقی مواد کو جمع کرنا مقصود تھا تو اس ضمن میں ’’آل‘‘ کے صحیح مفہوم پر ذرا تفصیلی گفتگو ہونی چاہئے تھی، لیکن اس کو صرف آدھے صفحہ میں نمٹا دیا گیا ہے۔ درودِ ابراہیمی میں ’’صل علی محمدؐ‘‘ کو جو ’’صلیت علی ابراہیم‘‘ سے تشبیہ دی گئی ہے تو عام قاعدہ کے مطابق خیال پیدا ہوتا ہے کہ شاید ’’صلیت علی ابراہیم‘‘ (مشبہ بہ) ’’صل علی محمدؐ‘‘ (مشبہ) سے بڑھ کر ہے۔ یہ موضوع علماء کی دِقت آفرینوں کا ایک اہم موضوع ہے۔ اس پر بھی بات ہونی چاہئے تھی۔ اسی طرح درود بصیغۂ خطاب اور ’’السلام علیک ایہا النبی‘‘ کی صحیح توضیح غیر مسلکی بنیادوں پر درکار تھی کیونکہ یہ مسئلہ مسلکی اور فرقہ وارانہ دھندلکوں میں الجھ کر مسلمانوں کے درمیان خلفشار پھیلانے کا ایک بڑا سبب بنا ہوا ہے۔ یوں ہی اہل تشیع کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ قرنِ اول میں درود ہمیشہ ’’آل‘‘ کے ساتھ پڑھا جاتا تھا، جبکہ محدثین کی کتابوں میں عموماً جو درود ہوتا ہے، یہ بغیر ذکرِ ’’آل‘‘ کے ہوتا ہے۔ اہل تشیع کے مطابق یہ دراصل بعد کی سادات دشمن حکومتوں کے جبر کی وجہ سے تھا جس سے محدثین بھی متاثر ہوئے اور جس کی وجہ سے وہ اپنی کتابوں میں درود بغیر ذکرِ ’’آل‘‘ کے لکھتے ہیں۔ واضح رہے کہ اس معاملہ میں اہلِ سنت کے بعض نام ور علماء بھی اہلِ تشیع کی تائید کرتے ہیں۔ یہ مسئلہ اور اس جیسے دیگر کئی مسائل کو خصوصی اشاعت کا موضوع ہونا چاہئے تھا۔ اگر ایسے اختلافی اور تدقیقی امور درمیان میں لانا مطلوب نہ تھا تو یہ اور بات ہے، میں خود بھی اسی کا قائل ہوں کہ اس وقت امت کو تحقیق و تدقیق سے زیادہ سوز و گداز کی ضرورت ہے اور اشد ضرورت ہے، مگر اس صورت میں اسلوبِ تحریر فلسفیانہ نہیں، سادہ ہونا چاہئے تھا۔

باقی یہ بہرحال ایک اچھوتا خیال ہے جو درود شریف کو خصوصی اشاعت کا موضوع بنانے کے حوالہ سے آپ کے ذہن میں آیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی میں اجازت چاہتا ہوں۔

06۔ پروفیسر خلیل الرحمٰن صاحب ٹوبہ ٹیک سنگھ

حکمت بالغہ کی خصوصی اشاعت بعنوان ’’الصلوٰۃ و السلامُ علیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم‘‘ کے مطالعے کا موقعہ ملا۔ مجھے اعتراف ہے کہ کم علم ہوں لہٰذا کسی عالمانہ تبصرہ کے قابل نہیں صرف ایک عام مسلمان کی حیثیت سے تاثرات حاضر خدمت ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک نہایت اہم موضوع کی طرف متوجہ کیا ہے۔ اسلام دشمن

قوتوں نے ہمیشہ مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے اور ان میں باہمی تفرقے کو بڑھانے کی سازشیں کی ہیں۔ دنیا پرست علماء لاشعوری طور پر ان کے آلہ کار بنے ہیں اور آپس میں غلط طور پر گستاخِ رسول کے فتوے لگا کر نفرت کے بیج بوئے ہیں۔ اسی لئے مختلف مسالک کے مسلمان آج دست وگریباں ہیں۔ آپ کی سابقہ کاوشوں کی طرح اس موضوع پر تحریر کے ذریعے سے ان شاء اللہ مسلمانوں بالخصوص مسلمانانِ پاکستان میں باہمی ہم آہنگی اور اتحاد واتفاق کی فضا ہموار ہوگی۔

آپ نے اس خصوصی شمارے میں مختلف مکاتب فکر کے علماء کی آراء کو جمع کر کے بجا طور پر یہ تاثر دیا ہے کہ تمام مسلمان اس بات پر متفق ہیں کہ محسن انسانیت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے احسانات کا تقاضا یہ ہے کہ ان پر درود وسلام کے ذریعے سے انہیں خراجِ تحسین پیش کیا جائے۔ ان کی مکمل اطاعت کی جائے اور ان پر نازل ہونے والے نورِ قرآن کی اتباع کی جائے۔

قرآن وحدیث کے حوالے سے آپ کی وضاحتوں سے دینی معلومات میں گراں قدر اضافہ ہوا ہے۔ اور اس موضوع کے کئی نئے گوشے سامنے آئے ہیں۔ اس شمارے میں بعض مقامات پر کتابت یا کمپوزنگ کی اغلاط رہ گئی ہیں۔ بالمشافہ ملاقات پر تفصیلاً آگاہ کر دوں گا۔ مزید مشورہ یہ ہے کہ سورتوں اور آیات کے حوالہ جات کا انداز 33-56 کی بجائے الاحزاب 56 اختیار کیا جائے تاکہ عام قاری آسانی سے سمجھ سکے۔ بہرحال اس مفید کاوش پر آپ کو دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ اور دُعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ زورِ قلم اور زیادہ کرے تاکہ قرآنی تعلیمات عام ہوں اور غلبۂ دین حق کے لیے راہ ہموار ہو سکے۔ آمین

07 غلام خیر البشر فاروقی، ہری پور ہزارہ

160 صفحات پر مشتمل 'تحقیق' کو مضمون یا موضوع کہنا مناسب نہیں سمجھتا، نہایت اختصار سے تبصرہ پیش خدمت کرنے کی جسارت کر رہا ہوں۔ جوکہ موضوع کے حوالے سے بہت کم اور قلیل ہے کہ میں ناچیز تبصرہ کرنے کا قطعاً اہل نہیں ہوں۔ بہرحال حکمت بالغہ کا شمارہ اکتوبر 2013ء کی اشاعت خصوصی (الصلوٰۃ والسلام علیٰ رسول اللہ ﷺ) کے پُر مغز موضوع، مضمون کے 160 صفحات قرآن حکیم کے دلائل وتسلیم سے مطالعہ کرنے کے بعد کئی نئی سمتیں جو قبل ازیں بڑے بڑے مفسرین سے پوشیدہ تھیں واضح ہوئیں، کہ خود اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو کن کن پہلوؤں سے جانچا، پرکھا، چاہا اور بیان کیا۔ قرآنی حوالہ جات سے یہ ''اشاعت خصوصی'' آپ ﷺ کی عظمت

جاریہ کا نہ صرف تا قیامت بلکہ ابدالآباد تک 'محمد واحمد' کے تناظر میں اسم بامسمّٰی کا 'انسائیکلوپیڈیا' محسوس ہوا۔ سیرت النبی ﷺ پر لاتعداد ضخیم کتب کا 'عطر و عرق' حکمت بالغہ کے صفحات ہٰذا میں رچا بسا دیا گیا ہے۔ اگر ہم جیسے عامیوں کو کبھی قرآنی حوالہ سے آپ ﷺ کی تشریح کسی بھی حوالے سے بر سبیل تذکرہ ضرورت پڑتی ہے، تو 'حکمت بالغہ' کا مذکورہ شمارہ معاونت دے گا۔ جزاک اللہ

فاروقی صاحب نے حتیٰ المقدور بڑی محنت سے آیات کا انتخاب کیا ہے۔ جو قبل ازیں بڑی بڑی نامور کتب سیرت ﷺ میں نظر سے نہیں گزریں تھیں۔ میں 'نقاد' کی حیثیت سے اس مجلّے کا مطالعہ کرنے کے باوجود بہت ہی کم 'متنازعات' کا ایک آدھ اعتراض ہی نوٹ کرسکا۔ حالانکہ میری کوشش تھی کہ ایک ناقد محقق کی نظر سے 'لقمہ' دے سکوں۔ مگر مجھے کچھ زیادہ تنقیدی مواد حاصل نہ ہوسکا۔ 'حرفِ آغاز' کی شق نمبر ایک میں 'عظمت مصطفیٰ ﷺ' کے بارے میں قرآنی حکم (33-56) کے سیاق وسباق کی تشریح کی ابتداء 'حیات طیبہ کا فیصلہ کن مرحلہ'، رَبِّ محمد ﷺ کے الفاظ کا لہجہ ووزن سے رَبّ جی کی آپ ﷺ سے الفت، محبت اور شفقت کا اظہار کے الفاظ اپنی جگہ سند ہیں کہ آپ ﷺ کا مقام ومرتبہ سابقہ سوا لاکھ پیغمبران علیہم السلام کی نسبت ''ایک برابر سوا لاکھ کا ہے'' جس پر انتباہ بھی آگیا ہے کہ ''اُونچی آواز'' بھی مت رکھو میرے حبیب ﷺ کے سامنے کہ ہمیں یہ بھی گوارہ نہیں ہے، تمہیں خبر بھی نہ ہو اور 'ہمارا موڈ' آف ہوجائے اور تمہارے اعمال کا صفایا ہوجائے، یا محبت میں بھی دل لگا کر وقت بے وقت بیٹھے نہ رہا کرو۔ وہ ﷺ تمہارا حیا کرتے ہیں مگر اللہ کو آپ ﷺ کی اتنی تکلیف بھی گوارہ نہیں ہے......!! وغیرہ۔ جہاں تک ''گرویدگی رَبّ'' کی آیات کے حوالوں سے احکامات ایزدی کی یاددہانی مقصود ہے، اُن کو بھی فاروقی صاحب نے ہر ہر موقع کی مناسبت اور ضرورت سے خوب خوب اُجاگر فرما کر 'حق عشق' ادا کردیا ہے۔ (جزاک اللہ) سلام و درود یا سلام وصلوٰۃ کے الفاظ ومعنی کی تشریح بھی خوب تر کی گئی ہے کئی عقدے کھل گئے ہیں۔

''مفسرین کرام کی آراء'' میں سندیں شامل اشاعت ہونے سے مستقبل میں اس موضوع پر بڑی آسانیاں پیدا کردی گئیں ہیں کہ بعض جگہوں پر اسلاف کے 'آپس کے اختلافی' جملوں میں کتب سابقہ میں ماضی سے کافی 'لے دے' سے فروعی تنازعات بھی موجود ہیں جن کے سیاق وسباق سے ہٹ کر سطحی قسم کے متعصب لوگوں نے 'گستاخانہ اصطلاح' ایجاد کر کے اُمت کو طبقات میں تقسیم کردیا ہے۔ جن کی اصلاح بہرحال آج 'اتحادِ اُمت' کے حوالوں سے انتہائی

ضروری ہوگئی ہے کہ اکثر ناخلف بغیر کسی تحقیقِ سیاق وسباق کے، ڈھونڈ ڈھونڈ کر مطلوبہ فقروں اور تحریروں کو متنازعہ بنا چکے ہیں، جس نے بیڑا غرق کر دیا ہے۔ بڑا المیہ یہ ہے کہ اُمت کو مسلکی مسجدوں و مکاتب فکروں میں بڑی مہارت سے تقسیم کر کے غیروں نے اپنے 'مقاصد' حاصل کیے ہیں جو آج بھی جاری وساری ہیں جہاں کوئی 'اصلاح' کی کوشش کرتا ہے وہاں اُس پر الزامات کی بوچھاڑ کر کے اُسے خاموش کر دیا ہے...... جو بہت بڑا ملّی المیہ ہے۔ فاروقی صاحب نے بڑی مہارت سے 'ڈرڈز' کر 'اتحاد بین المسلمین' کے نکات کی خاطر خواہ وکالت فرمائی ہے جس سے ہر مکتبہ فکر کے لئے جواز اور مواد مہیا فرما کر 'حق حب الرسول ﷺ' کا متنازعہ فریضہ ادا کر دیا ہے۔ جس کے لئے وہ مبارکباد اور خراجِ تحسین کے مستحق ہیں۔ ابھی بھی اس پر مزید بہت سا کام کرنے کی ضرورت ہے کہ اُن فروعی مسائل نے اُمت کو بکھیر کر رکھ دیا ہے۔

آخر میں یہ کہوں گا کہ ہر مکتبہ فکر کے علماء، فقہاء اور مشائخ سے اس خصوصی اشاعت پر کھل کر تبصرہ کرنے کی دعوت دے کر مثبت و منفی رجحانات و محسوسات کو فاروقی صاحب ایک ثالث اور محقق و مؤرّخ کی حیثیت سے ایک کتاب کی شکل میں شائع فرمائیں کہ یہ 'بین المِلَل' جاریہ تنازعۂ رسول ﷺ کے حل کی سبیل نکالنے کے لئے 'بارش کا پہلا قطرہ' ہونے کے اعزاز سے امر ہو جائیں کہ یہ مشکل کام ہے۔ مگر خود مبصر و ثالث بن کر اپنی پسند و ناپسند سے بالا ہو کر کیونکہ کوئی بھی تجزیہ نگار، مفکر، مصنف، مؤلف یا کوئی بھی فرد، اپنی پسند و ناپسند سے مکمل طور پر آزاد تو ہو نہیں سکتا۔ یہ انسانی فطرت کو جھٹلانے والی بات ہے۔ جبکہ اکثر یہی ہوتا ہے کہ ایک ہی نوعیت کے مقدمہ میں ایک جیسی شہادتوں پر مختلف ججوں کے فیصلے اپنی اپنی فکر اور دانش کے زاویوں سے دیانتدار نہ سمجھ کر ہی صادر ہوتے ہیں مگر نکتۂ نگاہ اپنا اپنا ہونا، فطری بات ہے جو ازل سے ابد جاری رہے گی اور ہر مکتبہ فکر کے حامل کو فی سبیل اللہ اپنی اپنی ثالثی یا اختلافِ رائے کے لئے بھی ضروری ہے کہ ضمیر کی ثالثی کے پیمانے کو کند نہیں بلکہ ترازو کے پلڑے کے میزان سے پر رکھ کر دلیل سے اختلاف کرنا چاہئے۔ پھر بھی اخلاص اور درد سے سوچنے والوں کے لئے حضور ﷺ کی ذات کو بجائے رحمت کمانے کے زحمت نہیں بننا چاہئے؛ تاکہ اصلی صورتحال سے عام مسلمانوں کو معمولی فروعی مسائل میں ایک دوسرے سے 'جھاڑ' سے باز رکھیں۔ فقط

مسلم دنیا کی آبادی میں تبدیلیاں

احمد سراج

(بشکریہ: ماہنامہ سنابل، اگست 2013ء)

آزادی، ترقی اور مساوات کے بھوت نے مسلم دنیا کو اپنی گرفت میں لے لیا۔

مادّی ترقی، خوش حالی اور مساواتِ مرد وزن نے خاندان تباہ کردیے۔

حال ہی میں ایک تحقیق آئی ہے کہ مسلم دنیا میں شرح پیدائش گر رہی ہے اور عرب خواتین میں بھی شادی سے گریز کا رجحان تقویت پا رہا ہے۔ لیکن زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ عرب نوجوانوں میں شادی سے گریز کا رجحان پایا جا رہا ہے۔ شادی کے بھرکم اخراجات، عورتوں کے مطالبات اور جنسی عیاشی کے فراواں مواقع کے باعث نوجوان مستقل گھر بسانے کی بجائے وقتی تفریح کو ترجیح دینے لگے ہیں۔ عرب ریاستوں کے جدیدیت پسند شیوخ کے فتاویٰ نے متعہ کی نئی شکل نکاح المسیار کو عام کردیا ہے جس میں لڑکا لڑکی آپس کی رضامندی کے ساتھ معین مدت کے لئے خفیہ نکاح کرلیتے ہیں۔ اس وقت عرب معاشروں کو نکاح المسیار دیمک کی طرح چاٹ رہا ہے جس کی وجہ سے خاندان کا ادارہ تباہ ہو رہا ہے۔

امریکی انٹرپرائز انسٹی ٹیوٹ کے ماہر نکولس ایبرٹیٹ نے دو حالیہ مقالوں میں اپنی تحقیق کا نچوڑ پیش کیا ہے۔ اگرچہ ان دونوں مقالوں کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ اسلامی دنیا میں آبادی کے اضافے کے حوالے سے واویلا بے بنیاد ہے۔ آبادی بڑھ رہی ہے مگر بہت جلد ایسی کیفیت پیدا ہوگی جو آبادی میں کمی کی راہ ہموار کرے گی۔

نکولس ایبرٹیٹ نے اپوروا شاہ (APOORVA SHAH) کی معاونت سے تحریر کیے جانے والے اپنے مقالے کا عنوان ''مسلم دنیا میں گھٹتی ہوئی شرح پیدائش: ایسی وسیع تبدیلی جس کا نوٹس نہیں لیا گیا'' رکھا ہے۔ مسلم اکثریت والے 49 مما لک اور خطوں کے اعداد وشمار کا جائزہ لے کر نکولس ایبرٹیٹ نے بتایا ہے کہ 80-1975ء اور 10-2005ء کے درمیان دنیا بھر میں شرح پیدائش 33 فی صد کی حد تک گھٹی مگر اسلامی دنیا میں یہ شرح 41 فی صد تک ہے۔

22 مسلم اکثریتی مما لک یا خطوں میں شرح پیدائش 50 سے زائد گھٹی ہے۔ تین عشروں کے دوران متحدہ عرب امارات، ایران، عمان، بنگلہ دیش، الجزائر، تیونس، لیبیا، البانیہ، قطر اور کویت میں شرح پیدائش 60 فی صد تک گھٹی ہے۔

ایران میں تین عشروں کے دوران شرح پیدائش میں ستر فی صد کمی واقع ہوئی، جو تاریخ میں شرح پیدائش میں رونما ہونے والی سب سے بڑی کمی ہے۔ 2000ء تک ایران میں شرح پیدائش دو بچے فی عورت ہو چکی تھی، جو موجودہ آبادی کی جگہ لینے کے لئے کافی نہیں۔

جولائی 2012ء میں برطانوی اخبار فنانشل ٹائمز نے ایک رپورٹ میں بتایا کہ اگر ایران میں آبادی کے حوالے سے موجودہ رجحانات برقرار رہے تو رواں صدی کے آخر تک آبادی نصف رہ جائے گی۔ مسلم دنیا کے بڑے شہروں میں بھی آبادی تیزی سے کم ہوتی جا رہی ہے۔ نکولس ایبرٹیٹ نے لکھا ہے کہ امریکہ میں صرف چھ ریاستوں میں شرح پیدائش استنبول سے کم ہے۔ ایران کے دارالحکومت تہران اور ایک بڑے شہر اصفہان میں کسی بھی امریکی ریاست کے مقابلے میں کم شرح پیدائش پائی جاتی ہے۔

دنیا بھر میں یہ بات عام ہے کہ جب دولت عام ہوتی ہے اور خوش حالی بڑھتی ہے تو آبادی میں کمی واقع ہوتی جاتی ہے۔ مسلم دنیا میں بھی آبادی تیزی سے کم ہو رہی ہے تو اس کا واحد سبب یہ نہیں کہ خوش حالی بڑھ رہی ہے اور ترقی کا عمل تیز ہے بلکہ کچھ اور اسباب بھی ہیں۔ ان اسباب میں سے ایک مسلم دنیا میں یو این او کی مدد سے چلائی جانے والی بہبودِ آبادی کی مہمات بھی ہیں۔

چنانچہ سی آئی اے کی فیس بک کے مطابق مسلم دنیا میں شرح پیدائش ایبرٹیٹ کے

اندازے سے زیادہ ہے تاہم افریقہ کے صحرائے صحارا کے زیریں علاقوں، لاطینی امریکا اور ایشیائی ممالک سے کم ہے۔ قطر کے دارالحکومت دوحہ میں پیش کیے جانے والے ایک مقالے میں نکولس ایبرٹیٹ نے بتایا ہے کہ دنیا بھر میں شرح پیدائش گھٹنے کا ایک بنیادی سبب شادی سے گریز ہے۔ لوگ دیر سے شادیاں کررہے ہیں۔ بہت سے ترقی یافتہ معاشروں میں لوگ ڈھلتی عمر میں شادی کرتے ہیں- یورپ اس کی واضح ترین مثال ہے- اور دیر سے شادی کرنے پر بھی کم بچے پیدا کرنے کا رجحان ہے۔ طلاقوں کی شرح بڑھ رہی ہے۔ یورپ میں لوگ شادی کے بندھن سے باہر بچے پیدا کررہے ہیں۔ شادی کے جھمیلوں سے بچنے کے لئے حرام کے بچے پیدا کرنے کو ترجیح دی جارہی ہے۔ خواتین میں شادی کی شرح تیزی سے گررہی ہے، جرمنی میں یہ شرح 1965ء سے 2000ء کے درمیان 0.98 سے 0.59، فرانس میں 0.99 سے 0.61، سویڈن میں 0.98 سے 0.49 اور برطانیہ میں یہ شرح ایک سے 0.54 ہوگئی ہے۔

ایشیائی خواتین میں بھی شادی نہ کرنے کا رجحان تیزی سے پروان چڑھ رہا ہے۔ جاپان میں 30 سے 34 سال کی عمر تک شادی نہ کرنے والی خواتین کی تعداد تین عشروں میں تین گنا (7.2 فی صد سے 26.6 فی صد) سے زائد ہوگئی ہے۔ برما میں 9.3 فی صد سے 25.9 فی صد، تھائی لینڈ میں 8.1 فی صد سے 16.1 فی صد اور جنوبی کوریا میں 1.4 فی صد سے 10.7 فی صد اضافہ ہوا ہے۔

عرب دنیا میں اگرچہ اب بھی شادیاں کرنے والوں کی تعداد زیادہ ہے، مگر مجموعی طور پر شادی کرنے والوں کی تعداد میں کمی واقع ہورہی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کی تعداد میں کمی یورپ کے 980ء کے رجحان میں بھی تیز تر ہے۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ یورپ اور مشرقی ایشیا میں تو تیز رفتار ترقی نے شادی کرنے کے رجحان کی بیخ کنی کی مگر عرب دنیا میں مجموعی طور پر ترقی اور خوش حالی اتنی زیادہ نہیں کہ لوگ شادی سے بھاگیں۔

نکولس ایبرٹیٹ کا کہنا ہے کہ عرب دنیا میں بہت بڑی تبدیلی رونما ہورہی ہے اور کسی نے اس پر متوجہ ہونے کی زحمت گوارا نہیں کی ہے۔ عرب دنیا میں اس وقت نوجوان بڑی تعداد میں ہیں مگر آبادی کے رجحانات نشاندہی کرتے ہیں کہ دونسلوں کے بعد عرب دنیا کے بیشتر ممالک

میں کام کرنے والوں کی تعداد گھٹے گی اور کچھ کیۓ بغیر گزر بسر کرنے والے معمر افراد کی تعداد میں خطرناک رفتار سے اضافہ ہوگا۔عرب دنیا اس وقت نوجوانوں کے دم سے خاصی پرجوش دکھائی دیتی ہے مگر اس وقت کیا ہوگا جب عرب معاشروں میں آمدنی کی سطح خاصی کم ہوگی اور دوسروں پر منحصر معمر افراد کی تعداد میں خاصا اضافہ ہو چکا ہوگا۔

گہوارے کی جنگ: کیا ''مسیحی یورپ'' مر رہا ہے؟

اسٹفین ڈبلیو موشہور

مغرب میں آبادی تیزی سے سکڑتی جا رہی ہے۔ بالخصوص یورپ اس معاملے میں نمایاں ہے۔عیسائی دنیا چاہتی ہے کہ مسلمانوں کی آبادی میں کمی واقع ہو۔اس کے لئے خاندانی منصوبہ بندی کا جھانسا دیا جا رہا ہے۔ زیرِنظر مضمون سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ عیسائی دنیا کس چیز سے خوف زدہ ہے اور مسلم ممالک میں آبادی کے اضافہ پر تیزی سے کنٹرول کیوں چاہتی ہے؟

مغربی تہذیب آج کل اپنے موسم سرما سے گزر رہی ہے یعنی خاتمہ بظاہر بہت قریب ہے' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے ڈیڑھ صدی قبل و یونان کے فلسفی پولیبس (POLYBIUS) نے لکھا تھا کہ:

''یونان میں ہر طرف ویرانی ہے' آبادی میں تیزی سے کمی واقع ہو رہی ہے۔شہر کے مرکزی راستے ویران نظر آتے ہیں اور کھیتوں میں لوگ خال خال دکھائی دیتے ہیں۔ یہ سب کچھ جنگ کا نتیجہ ہے نہ کسی وباء کا۔لوگوں میں یہ خوف سا بیٹھ گیا ہے کہ اگر وہ شادی کریں گے تو بچوں کو ڈھنگ سے پال نہیں سکیں گے۔ وہ ایک یا دو بچوں سے زیادہ پالنا نہیں چاہتے۔ایک بڑا بحران تیزی سے سر ابھار رہا ہے اور پانی سر سے گزرنے سے قبل ہی ہمیں ردِعمل ظاہر کرنا ہوگا۔''

پولیبس نے بتایا کہ جو بیماری آبادی میں کمی کی شکل میں یونانی معاشرے پر مسلط ہے' اس کا علاج اہل یونان کو خود ہی کرنا ہے۔یعنی یہ کہ ''اخلاقی اقدار تبدیل کی جائیں۔'' اہل وطن کو مشورہ دیا جائے کہ وہ آبادی میں اضافے پر توجہ دیں اور معاشرے کو متوازن رکھیں مگر افسوس کہ ''اس کا مشورہ نظر انداز کر دیا گیا۔''

یونان کی شہری ریاستوں کی آبادی میں تیز رفتار کمی نے معیشت کو کمزور کیا اور پھر فوج بھی کمزور ہوتی چلی گئی۔ اس صورتِ حال نے دوسری اقوام کو یونان پر حملے کی تحریک دی۔ ایک صدی تک مشرقی بحیرۂ روم کے خطے میں بلند اثرات کے ظہور کے بعد روم نے بالآخر 146 قبل مسیح میں یونان کی شہری ریاستوں کو فتح کر کے اپنے میں ضم کر لیا۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا یورپ کا بھی وہی انجام ہوگا' جو یونان کا ہوا تھا؟ اس وقت یورپ کی بیشتر اقوام قدیم یونان کی طرح بچوں سے محروم ہیں۔ اولاد کو بوجھ سمجھا جانے لگا ہے۔ لوگوں میں بچوں کو پالنے اور اس حوالے سے اپنی ذمہ داریاں نبھانے کی اخلاقی جرأت نہیں رہی۔ کسی بھی معاشرے کو زندہ اور متوازن رہنے کے لئے فی گھرانہ دو اعشاریہ ایک شرح ولادت درکار ہوتی ہے۔ اس وقت یورپ میں یہ شرح دور دور تک دکھائی نہیں دیتی۔ اٹلی' اسپین' آسٹریا اور جرمنی میں فی گھرانہ شرح پیدائش ایک اعشاریہ چار ہے۔ پولینڈ اور روس میں یہ شرح بالترتیب ایک اعشاریہ تین دو اور ایک اعشاریہ دو ہے۔ زیادہ بچے پیدا کرنے کے لئے الاؤنس کے ذریعے ترغیب بھی دی جا رہی ہے مگر کوئی خاص تبدیلی رونما نہیں ہو رہی ہے۔ ان ممالک میں شرح پیدائش خطرناک حد تک کم ہے۔

دوسری طرف اسلام جیسے مذاہب کے ماننے والے زیادہ بچے پیدا کر رہے ہیں۔ وہ مشترکہ خاندان پر بھی یقین رکھتے ہیں۔ ان کی بڑھتی ہوئی آبادی کیا رنگ لائے گی' اس کا کسی کو اندازہ نہیں۔

شمالی افریقہ اور مشرقِ وسطیٰ کے بیشتر مسلم ممالک میں شرح پیدائش یورپ کی شرح پیدائش سے دوگنا یا تین گنا ہے۔ افغانستان اور صومالیہ میں فی گھرانہ شرح پیدائش بالترتیب چھ اعشاریہ چھ دو اور چھ اعشاریہ چار ہے۔ عراق فی گھرانہ شرح پیدائش چار اعشاریہ آٹھ چھ' پاکستان میں تین اعشاریہ چھ پانچ اور سعودی عرب میں تین اعشاریہ تین ہے۔ ترکی اور تیونس جیسے مغرب زدہ ممالک سے تعلق رکھنے والے تارکین وطن کے ہاں بھی فی گھرانہ شرح پیدائش یورپی پیمانے سے دگنی ہے۔

ویسے تو خیر دنیا بھر میں شرح پیدائش کم ہوتی جا رہی ہے' مگر یورپ میں یہ معاملہ

زیادہ سنگین ہے اور آبادی میں تیزی سے رونما ہونے والی کمی ہی یورپ کے مقدر کا تعین کرے گی۔ یورپ میں آباد ہونے والے مسلم تارکین وطن میں شرح پیدائش ایک نسل پہلے کی شرح پیدائش کے مقابلے میں کم ہے مگر اب بھی یہ شرح پیدائش یورپ کی وسیع سیکولر آبادی کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہے۔ یہ تارکین جرمنی، اسپین اور اٹلی وغیرہ میں شرح پیدائش کو متوازن رکھنے میں کامیاب رہے ہیں۔

یورپ کے بیشتر ممالک میں مسلمانوں کی آبادی بڑھتی جارہی ہے۔ آبادی کے رجحانات پر نظر رکھنے والوں کا کہنا ہے کہ 2100ء تک یورپ کے بیشتر ممالک میں مسلمانوں کی آبادی دیگر مذاہب کے پیروکاروں سے زیادہ ہو چکی ہوگی۔ مسلم افواج نے یورپ کے بہت سے اہم شہروں کو فتح کرنے کی کئی کوششیں کی ہیں اور ہر بار ناکامی کا منہ دیکھا ہے۔ جو کچھ طاقت سے نہ ہو سکا وہ اب بڑھتی ہوئی آبادی کے ہاتھوں ہوتا دکھائی دے رہا ہے۔ میدانِ جنگ میں فوج تو ہار گئی مگر ''گہوارے کی جنگ'' مسلمان جیتتے دکھائی دے رہے ہیں۔

بچے، موسیقی اور شیطانیت
ایک چشم کشا ریسرچ رپورٹ

ڈاکٹر قاسم جان

(بشکریہ: ماہنامہ ''بیداری'' حیدرآباد، اکتوبر 2013ء)

''میں نے سوچ لیا ہے کہ اگر کچھ کرنا ہو تو بچوں کو بگاڑ دو' میری سوچ کے مطابق یہ کرنے کا واحد کام ہے۔ میرا مطلب بچوں کو اغوا کرنے سے نہیں' بلکہ ان کی اقدار (تہذیب' معاشرت' ثقافت اور رویوں) کو تبدیل کرنے سے ہے۔'' یہ بات ڈیوڈ کروسی نام نہاد مہذب معاشرے کے مشہور راک سٹار نے کہی۔ اسی طرح کا اظہار ایلسٹر کراؤلی (جس کی تصویر مائیکل جیکسن کے تھرلر البم پر ہے) نے ''انسان کا نیا قانون (NEW LAW OF MAN) لکھ کر کیا اور اسی بات کی نوید ہمیں نیو ورلڈ آزادی کے خوشنما نعرے دے کر سناتا ہے۔

آپ حیران ہوں گے کہ یہ کیسے ممکن ہے' کوئی انسان دوسرے انسانوں کی اقدار تبدیل کردے۔ اخلاق' معاملات اور ایمان کے وہ معیار' جن میں ایک انسان پلا بڑھا ہو' انہیں کوئی کیسے وحشیانہ بنا سکتا ہے۔ اس کا جواب آپ دماغ' ذہن' سوچنے سمجھنے کی صلاحیتوں اور موسیقی کے ان پر اثرات کو بغور سمجھنے سے حاصل کرسکتے ہیں۔

مذکورہ بالا باتوں کی جڑ BACK MASKING (چھپا ہوا پیغام) اور BACK TRACKING میں پیوست ہے۔ ان نظریات کو جاننے کے لئے ہر فرد کا یہ جاننا ضروری ہے کہ دماغ کیسے کام کرتا ہے؟

انسانی دماغ

دماغ ہی پورے جسم کو کنٹرول کرتا ہے۔دماغ حواس کے ذریعے مسلسل معلومات اور اطلاعات وصول کرتا ہے یہ ماضی کے تجربات ومعلومات بھی جمع کرتا ہے۔جو کہ سیکھنے اور یادرکھنے کے عمل کو ممکن بناتا ہے۔انسانی دماغ دو نیم بیضوی (دائیں، بائیں) حصوں پر مشتمل ہے۔بائیں طرف والا حصہ زبان سیکھنے، حسیات اور نظریات کو کنٹرول کرتا ہے جبکہ دایاں حصہ موسیقی کی صلاحیت، پیچیدہ عکسوں کو سمجھنے اور جذبات کے اظہار کو کنٹرول کرتا ہے۔ان دو حصوں کے درمیان ایک پردہ حائل ہے۔ہر قسم کی معلومات پہلے بائیں طرف والے حصہ میں پہنچتی ہیں جو ان معلومات کو پرکھتا ہے۔جس کا انحصار انسان کے اعتقاد، تعلیم اور ایمان وغیرہ پر ہوتا ہے۔اگر مذکورہ معلومات کسی فرد کی اقدار کے خلاف ہوں تو دماغ اسے پردے سے آگے گزرنے کی اجازت نہیں دیتا اور اسے مسترد کر دیتا ہے تاہم اگر یہ معلومات اس انسان کی اقدار کے خلاف نہ ہوں تو وہ پردے میں سے گزر سکتی ہیں اس طرح یہ معلومات دماغ کے دائیں طرف داخل ہو جاتی ہیں، جہاں پر ساری معلومات ذخیرہ ہو کر تسلیم کر لی جاتی ہیں۔

BACK MASKING & BACK TRACKING

اس کی دو قسمیں ہیں۔

01. براہِ راست پیغام

02. دھندلا پیغام

اگر موسیقی کو آگے کی طرف چلایا جائے تو آپ اس کو اپنے انداز میں سن سکتے ہیں۔لیکن اگر اسے اس کے برخلاف چلایا جائے تو اس میں سننے والوں کے لئے کچھ پیغامات پوشیدہ ہوتے ہیں۔بالفاظِ دیگر جب آپ اس کو سامنے کی طرف سے چلائیں گے تو آپ وہ پیغام ہرگز نہیں سن سکتے یعنی آپ کے کان وہ الفاظ نہیں سن سکتے۔لیکن آپ کا دماغ ان کو سمجھ لیتا ہے۔آپ کا دماغ اس پیغام کو کیسے سمجھے گا؟ جب بائیں طرف والا دماغ مذکورہ پیغام کو لیتا ہے تو وہ پیغام اس کی سمجھ میں نہیں آتا۔چونکہ پیغام کی ترتیب بگڑی ہوئی ہوتی ہے اس لئے بایاں دماغ الجھ جاتا ہے۔اسی وجہ سے وہ اسے اجازت دیتا ہے کہ وہ پردے کے ذریعے دائیں دماغ میں منتقل ہو جائے۔جہاں تمام

اطلاعات کو قبول کرلیا جاتا ہے۔اس طرح وہ پیغام وہاں اپنی جگہ بنالیتا ہے اور مستقبل میں کسی بھی وقت اثر انداز ہوسکتا ہے۔ ہمارا دماغ کون سے پیغام کو قبول کرے گا مثال کے طور پر:

.01 بلیک اوک آرکنساس نے اپنے ایک گانے میں یہ الفاظ گائے' NATAS. NATAS. NATAS ان الفاظ کو پیچھے کی طرف دہرانے کے کچھ یہ الفاظ بنتے ہیں۔

SATAN.SATAN. HE IS GOD, HE IS GOD. یعنی شیطان' شیطان' وہ خدا ہے' وہ خدا ہے۔ یہ براہ راست بیک ٹریکنگ کی مثال ہے' جہاں الفاظ کو سامنے کی طرف دہرانے کے بجائے اس کا پیغام پیچھے کی طرف دہرانے سے سامنے آئے گا۔

.02 ایک اور میوزیکل گروپ EAGLES کے الفاظ یوں ہیں۔

THIS FAR DOWN THE LINE.

اس کی بیک ٹریکنگ کے بعد پیغام آیا۔

HAVEA MIND OF SATAN یہ دھندلی قسم کی BACK TRACKING کی ایک مثال ہے۔

.03 ایک گلوکار پنک کلائیڈ نے اپنے ایک گانے میں بیک ٹریکنگ کرتے ہوئے کچھ یوں پیغام دیا: IS GOD STILL ALIVE: HE WAS I ERE BEFORE, SO WAS SATAN, LORD, HE WAS CRUCINED.

یعنی کیا خدا ابھی تک زندہ ہے وہ یہاں بھی تھا جس طرح شیطان۔

.04 LED ZEELON کے ایک گانے کے الفاظ ہیں کہ STAIR WAY TO HEAVEN اصل میں ان الفاظ پر مشتمل ہے۔

AND HERE'S TO MY SWEET SATAN & I LIVE FOR SATAN.

یعنی یہیں سے میرے پیارے شیطان کی طرف راستہ جاتا ہے اور میں اپنے پیارے شیطان کے لئے ہی زندہ ہوں۔ کیا آپ تصور کرسکتے ہیں کہ آپ کے دماغ میں یہ پیغامات آرہے ہیں اور وہ اسے تسلیم بھی کررہا ہے۔ شیطان کو ماننے والے راک میوزک اور شور شرابے والے میوزک کو پسند کرتے ہیں۔ یہ موسیقی کی وہ بدترین قسم ہے' جس میں سننے والے کو وہ تمام پیغامات مل

جاتے ہیں، جو اصل میں پوشیدہ ہوتے ہیں اور ہم ہر وقت موسیقی کے حصار میں گھرے ہوئے ہیں۔ بازاروں، گلیوں، کوچوں میں کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں موسیقی نہ ہو۔ معلوم نہیں آپ نے BACK TRACKING کے بارے میں سن رکھا ہے یا نہیں جو کہ میوزک میں چھپے ہوئے پیغامات کا نام ہے۔ اس کے باوجود یہ کہ پیغام اُلٹے الفاظ میں ہوتا ہے، اتنا پر اثر ہوتا ہے کہ ہمارے دماغ پر اثر کر کے وہ کسی وقت بھی ایمان کو نقصان پہنچا سکتا ہے BACK TRACKING میں یہ مطلب ذرا مختلف ہوتا ہے جیسے NATAS کو اُلٹ دیا جائے تو SATAN ''شیطان'' بن جاتا ہے۔ اس کی مثال ایک اور گانا جس کا عنوان ''ہوٹل کیلیفورنیا'' ہے۔ جب اس کے الفاظ کو پیچھے کی طرف دہرایا جاتا ہے تو یہ الفاظ سامنے آتے ہیں۔ HEY SATAN, HE ORGANIZE HIS OWN RELIGION یعنی ''اور شیطان نے اپنا مذہب خود بنایا'' مصنفہ کہتی ہے کہ یہ الفاظ اس نے خود اپنے کانوں سے سنے ہیں۔ اسی گروپ کے ایک اور گانے THIS FAR DOWN THE, LINE کے اصل الفاظ کچھ اس طرح سامنے آئے۔ HAVE MIND OF SATAN اس کے ساتھ ساتھ ایک اور پیغام بھی دیا جا رہا ہے۔ SATAN, SATAN, HE IS GOD مائیکل جیکسن کی کیسٹ DANGEROUS کے کور پر بنی ہوئی تصویروں میں ایک آدمی کی بھی تصویر ہے جس نے کالا کوٹ پہنا ہوا ہے۔ اس عمر رسیدہ شخص کا نام ANTON ہے۔ یہ وہی شخص ہے جس نے شیطانی بائبل کو ترتیب دیا اور اس کو شیطانی چرچ میں پڑھنے کے لئے وقف کر دیا۔ الیسٹر کراؤلی جو شیطانی چرچ کا بانی تھا، نے اپنی کتاب MAGIC جادو میں اپنے ماننے والے کو تلقین کی ہے، وہ پیچھے کی طرف سے پڑھنا سیکھیں۔ مذکورہ شخص کو اس کے اپنے ماں باپ نے ایک خونخوار درندہ قرار دیا تھا۔ اس سے اندازہ لگا لیں کہ وہ کتنا وحشی انسان تھا۔ اس وحشی انسان کی تصویر ایک میوزیکل گروپ BEATLES کے البم کور پر شائع کی گئی ہے۔ تصویر میں ایک مجمع ہے اور وہ اس کے درمیان میں موجود ہے۔ بیک ٹریکنگ کی کچھ مزید مثالیں پیش ہیں۔ ہم صرف اُردو ترجمہ پر ہی اکتفا کریں گے:

.01 او شیطان مجھ سے اپنے موسیقار کے طور پر کام لو۔

.02 او شیطان ہماری آواز میں گھل مل جاؤ۔

03. شیطان، میں تمہاری پیروی کرنا چاہتا ہوں۔

قارئین کرام اللہ تعالیٰ نے بھی موسیقی کو شیطان کی آواز قرار دیا ہے۔آسٹریلیا میں ایک نفسیاتی ڈیپارٹمنٹ کے پروفیسروں نے حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ ایک میوزیکل گروپ INDECENT OBSESSION پر پابندی لگائے۔کیونکہ اس گروپ کی موسیقی سن کر عوام میں خودکشی کا رجحان بڑھ رہا ہے۔نبی اکرم ﷺ کی حدیث ہے کہ دجال اپنی موسیقی کے ساتھ آئے گا اور لوگوں کے ذہن اس کے زیر اثر آجائیں گے۔چونکہ موسیقی نفسیاتی طور پر اپنا تابع کرلیتی ہے، لہٰذا دجال موسیقی کو استعمال کرے گا، تاکہ ہمیں آسانی سے گرفت میں لے سکے۔کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے کہ کلمہ، نماز، تلاوتِ قرآن بھی کی ہوگی مگر جب فرشتے قبر میں اسے کلمہ پڑھنے کو کہیں گے تو وہ اس قابل نہ ہوں گے کہ کلمہ پڑھ سکیں کیونکہ موسیقی ان کے دماغ میں رچ بس چکی ہوگی۔موسیقی خون میں شامل ہوجاتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ ہم جب گانا سنتے ہیں تو ہمارے ہاتھ، پاؤں اور اُنگلیاں تھرتھرانے لگتی ہیں۔یورپ میں ایسے لوگ بھی ہیں جو میوزیکل شو میں اپنے کچے انڈے لے جاتے ہیں اور سٹیج کے نیچے رکھ دیتے ہیں۔پروگرام ختم ہونے پر جب انڈوں کو توڑا جاتا ہے تو وہ پک چکے ہوتے ہیں۔جب موسیقی کی آواز انڈے کا یہ حشر کرسکتی ہے تو ہمارے دماغوں کا کیا حشر کرے گی۔

ہم اللہ رب العزت سے یہی دُعا کرسکتے ہیں کہ وہ ہمیں شیطانوں سے محفوظ رکھے اور شیطان کے ان ہتھکنڈوں سے آگاہ کرے۔جن سے وہ ہمیں بے دین کردینا چاہتا ہے تاکہ ہم اپنا بچاؤ کرسکیں۔اللہ تعالیٰ ہمیں قوت و ہمت دے کہ ہم شیطان کے اثر کو رد کرسکیں۔جو ہمارے آس پاس ہی موجود ہے۔موسیقی شیطان کے حربوں میں سے وہ حربہ ہے جسے وہ انتہائی موثر انداز میں استعمال کرسکتا ہے۔

تبصرہ وتعارفِ کتب

تبصرہ نگار: حافظ مختار احمد گوندل

1 ماہنامہ تعمیر افکار، کراچی کی اشاعت خاص

مطالعہ سیرت اور عصر حاضر

ذوالحجہ 1433ھ، محرم الحرام 1434ھ/نومبر، دسمبر 2012ء

مدیر اعلیٰ: ڈاکٹر حافظ حقانی میاں قادری

زیر تبصرہ ماہنامہ تعمیر افکار کراچی کی اشاعت خاص

''مطالعہ سیرت اور عصر حاضر'' دو جلدوں میں تقریباً ساڑھے

بارہ سو صفحات پر مشتمل سیرتِ طیبہ کے عصری تقاضوں کے حوالوں سے موجودہ رسائل کے سیرت نمبروں میں ایک قابل قدر مفید اشاعت ہے۔ گو دینی رسائل کے سیرت نمبروں میں ''نقوشِ سیرت نمبر'' ضخامت کے اعتبار سے شاید سب سے زیادہ جلدوں اور صفحات کا حامل ہے لیکن مذکورہ بالا اشاعت موضوعاتی تنوع اور معیاری مضامین کے حوالے سے ایک ایسا وقیع اور نادر مضامین کا مجموعہ ہے، جو نسل نو کی تعمیر اور اہل دانش کی فکری وسعتوں کی مہمیز ہے۔ خاص طور پر اس کا آخری باب ''مکالمہ بین المذاہب'' جو عصر حاضر کے تناظر میں نہایت حساس موضوع ہے، جس پر فکر سیرتِ طیبہ سے مستعار ڈاکٹر محمود احمد غازی صاحب کے عربی مقالہ جو رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کے زیر اہتمام منعقدہ کانفرنس 2008ء میں پڑھا گیا، کا اُردو ترجمہ ''عالمی امن کے قیام کے لیے تہذیبوں کے مابین مکالمے'' کے عنوان سے شامل اشاعت ہے۔ تحقیقی مقالہ جات کے اعتبار سے یہ بین الاقوامی معیاری دینی رسائل میں نمایاں حیثیت کا حامل ہے اور اشاعتی معیار کے حوالہ سے اسے ہر لائبریری کی زینت ہونا چاہیے۔ (قیمت اشاعت خاص -/595 روپے۔ ملنے کا پتہ: زوّار اکیڈمی پبلی کیشنز، A-18/4 ناظم آباد نمبر 4، کراچی 74600۔ فون: 36684790)

2۔ خلافت اسلامیہ سقوط واحیاء

(تاریخ کے تناظر میں) اسکردو سے ترکی تک

مصنف: مولانا حق نواز

اصلاح وافادات: مؤرخ اسلام حضرت

مولانا پروفیسر خواجہ ابوالکلام صدیقی صاحب

زیرِ تبصرہ کتاب جہاں دورِ نبوی ﷺ سے

لے کر خلافت عثمانیہ اور سقوطِ امارتِ اسلامیہ کی ایک جامع ومختصر تاریخ ہے وہاں ترکی کا دلچسپ سفر نامہ بھی ہے۔ سقوطِ خلافت کا یہ دل دوز تذکرہ ملت اسلامیہ میں احساسِ زیاں اُجاگر کرنے، امت مسلمہ کے خلاف صہیونی واسلام دشمن سازشوں اور جاری ریشہ دوانیوں کے بارے میں حقائق کا غیر جانب دارانہ تجزیہ اور تلافی مافات کا عزم صمیم بھی ہے۔ سلطنت عثمانیہ کا انتظامی وخلافتی نظام بالخصوص خلیفۃ المسلمین، صدرِ اعظم اور شیخ الاسلام کا تقرر اور ان کے مقام واحترام کا تفصیل کے ساتھ تذکرہ کیا گیا ہے سلاطین عثمانیہ کے عروج وزوال کی یہ داستان تاریخ اسلام کا اہم ترین حصہ ہے۔ موجودہ تُرکی قیادت اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور احیائے خلافت کے لیے جو اقدامات کر رہی ہے انہیں خراجِ تحسین بھی پیش کیا گیا ہے اور خصوصاً اسلام کی دعوت وتبلیغ کی کارگزاریوں کا حسین مرقّع ہے جیسا کہ صاحب تصنیف نے تحریر کیا ہے: ''یہ سفر ہر لحاظ سے ہمارے لیے ایک مبارک سفر تھا۔ احقر نے اس سفر نامے کے ذریعے قارئین تک اس مبارک سفر کی برکات منتقل کرنے کی کوشش کی ہے''۔ یہ سفر نامہ دیگر سفر ناموں سے اس لحاظ سے ممتاز سفر نامہ ہے کہ یہ تحقیقی حوالہ جات کے ساتھ ساتھ مصادر ومراجع سے بھی مزین ہے۔ ترکی کے تاریخی مقامات اور نوادرات کا دلچسپ مجموعہ ہے۔ اہل دانش کے لیے فکر انگیز تحریر اور قارئین کے لیے ایک معلوماتی کتاب ہے۔

(دلکش ڈیزائننگ، قیمت: -/500 روپے۔ مصنف سے رابطہ: 0321-5349838۔ ملنے کا پتہ: خبیب فاؤنڈیشن، مکان 112، گلی 8، سیکٹر I-10/3، اسلام آباد)

3 کربِ حیات

مصنف: نصیر احمد بٹ ناصؔر

زیر تبصرہ کتاب دراصل جذباتِ انسانی اور قلب انسان میں پنہاں درد کا جمالیاتی پیرائے میں اظہار ہے۔ اردو شاعری کو تخلیقی مزاج عطا کرنے میں جناب نصیر احمد بٹ ناصؔر صاحب کو ایک امتیازی مقام حاصل ہے۔ یورپ میں اردو شاعری کے حوالہ سے انہیں شعرائے یورپ کے پیش رُو کا اعزاز حاصل ہے۔ ان کی شاعری ندرت خیال، علم وآگہی، اور عشق وعقیدت کی یکجائی کا نام ہے۔

وہ اکتسابی نہیں فطری شاعر ہیں۔ شائستگی وشیفتگی، زبان و بیان کی چاشنی و پختگی، جامعیت و ہمہ جہتی اور موضوعاتی تنوع سے لبریز ایسے اوصاف نے ان کی شاعری کو رفیع و وقیع بنا دیا ہے۔ کربِ حیات صرف شاعری ہی نہیں بلکہ محرومیوں کی ایک طویل داستان ہے۔

ے محرومیوں کی آگ دل میں اُتار کے
وہ دربدر ہے سوزشِ ارماں لیے ہوئے

اتحادِ عالم اسلام کا پیغام دیتے ہوئے پیغامِ عمل بھی دیتے ہیں:

ے فرقوں میں جو بٹ جائے مسلماں نہیں ہوتا
سکوں میں جو بِک جائے وہ ایماں نہیں ہوتا

ے وہ سجادہ نشیں جو جلوہ گر ہیں خانقاہوں میں
انہیں بھی اتباع راہِ سنت کی ضرورت ہے

''کربِ حیات'' کے عنوان سے زیر تبصرہ کتاب کی ستائیسویں نمبر پر نظم اُن کی رجائی شاعری کی بہترین مثال ہے۔ یہ کتاب اُردو کے شعری ادب میں ایک گراں قدر اضافہ ہے۔ جسے ہر لائبریری کی زینت ہونا چاہیے۔ (اعلیٰ طباعت۔ قیمت:-/500 روپے۔ ملنے کا پتہ:
M. Siddiq Naz,'Darul-Kitab' 60 Rosslyn Crscent, Harrow (Middx. HA1 2RZ (ENGLAND, UK)

تعارفِ کتب

قرآن مجید سیکھنے والوں کے لیے بائبل کا تعارف

TRUTH ABOUT REALITY OF THE BIBLE AND CHIRISTIANITY

مصنف: مولانا امداد الحق۔ ناشر: شیخ الہند اسلامک ریسرچ سنٹر، اٹارہ، ماڈل ٹاؤن ڈھاکہ، بنگلہ دیش

یہ کتاب دراصل بنگالی زبان میں تصنیف ہوئی جس کا یہ انگریزی ترجمہ ہے۔ بائبل تورات وانجیل کے مجموعہ کا نام ہے جو دو حصوں میں منقسم ہے: OLD TESTAMENT اور NEW TESTAMENT۔ عہد نامہ قدیم بشمول تورات (اسفارِ خمسہ) کے اُنتالیس کتب ہیں اور بعض کے نزدیک OLD TESTAMENT میں نو کتب اور بھی شامل ہیں۔ اسی طرح NEW TESTAMENT میں بیس کتب متفق علیہ ہیں جبکہ اس میں موجود صرف سات کتب موجودہ مسیحی حضرات کے نزدیک واجب التعمیل ہیں لیکن ابتدائی مسیحی انہیں بھی تسلیم نہیں کرتے تھے۔ موجودہ بائبل میں کل چھیاسٹھ کتب ہیں اور صاحب تصنیف کے نزدیک O.T اور N.T کی ایک کاپی بھی اصل حالت میں آج دنیا میں موجود نہیں، اس بارے میں انہوں نے پہلے باب میں O.T پر نو اور دوسرے باب میں N.T پر دس شواہد تحریر کیے ہیں، گویہ حقیقت اظہر من الشّمس ہے کہ سابقہ صحف سماوی، تورات وانجیل محرف ہیں تاہم وہ ابدی صداقتیں جن کی قرآن پاک تصدیق کرتا ہے جزوی طور پر ان میں موجود ہیں۔ (صفحات:190)

کتاب سوال وجواب کی صورت میں ہے اور قرآن مجید کے طلباء کے لیے بائبل اور عیسائیت سے ابتدائی تعارف کے لیے بہت مفید۔ یہ کتاب انٹرنیٹ سے اس ایڈریس پر پڑھی اور DOWNLOAD کی جاسکتی ہے۔ www.e-iqra.com اور

http://islamicbookslibrary.net/2012/03/28/truth-about-reality-of-bible-christianity-by-shaykh-imdad-ul-haq/

(ادارہ)

سیّدنا حضرت **محمّد** ﷺ

پر درود و سلام بھیجنا ایک مسلمان

کے لئے سعادت دارین ہے

لیکن

- صلوٰۃ کا مفہوم کیا ہے؟
- سلام بھیجنے سے مراد کیا ہے؟
- صلوٰۃ و سلام بھیجنے کے لئے آپ ﷺ کا بتایا ہوا طریقہ کیا ہے؟
- صلوٰۃ و سلام کس کس موقع پر پڑھنا چاہئے؟
- توہین رسالت کے واقعات کے پس منظر میں صلوٰۃ و سلام کی کیا اہمیت ہے؟

یہ اور دیگر ایسے سوالات کے جوابات کے لئے

ماہنامہ حکمت بالغہ جھنگ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ

(اکتوبر 2013ء) کی خصوصی اشاعت

الصّلوٰۃ والسّلام علیٰ رسولِ اللّٰہ

شائع ہو چکی ہے

رعایتی قیمت -/100 روپے

خود مطالعہ کریں اور دوست و احباب کو تحفہ دیں

تاجرانہ بنیاد پر دلچسپی رکھنے والے رابطہ کریں

(ادارہ)

قرآن مجید کی رہنمائی میں

صہیونیت سے روشناسی کے لیے

انجینئر مختار فاروقی

مدیر مسئول حکمت بالغہ

کے قلم سے سلسلہ وار مضامین

حکمت بالغہ اگست 2010 تا جولائی 2012ء

شائع ہو چکے ہیں اور اب یہ مضامین

کتابی صورت میں زیرِ طبع ہیں

صہیونیت
قرآن مجید کے آئینے میں

ان شاء اللہ جلد دستیاب ہو گی   300 سے زائد صفحات

☆ صہیونیت کے خدوخال   ☆ صہیونیت 600 ق م سے 610ء تک

☆ صہیونیت کی قتل انبیاء کی روش اور انکارِ ختم نبوت   ☆ صہیونیت کا منطقی انجام

مکتبہ قرآن اکیڈمی جھنگ

لالہ زار کالونی نمبر 2، ٹوبہ روڈ جھنگ صدر